# بہارِ غزل

منزل لوہاٹھیری

پیش خدمت

برائے تبصرہ —— محترم طیب کنجس صاحب

منزل لوہاٹھیری

# بہارِ غزل

منزلؔ لوہاٹھیری

جملہ حقوق بحق مصنّف محفوظ ہیں


| | |
|---|---|
| نام کتاب ۔ | بہارِ غزل |
| مصنّف ۔ | منزل لوہا کھیڑی |
| ناشر ۔ | منزل لوہا کھیڑی |
| سال اشاعت ۔ | سنہ ۱۹۸۶ء |
| تعداد ۔ | چھ سو / (۶۰۰) |
| قیمت ۔ | بیس روپئے / =/20 |
| کاتب ۔ | سمیع الدین بدایونی |
| مطبع ۔ | بریلی الیکٹرک پریس بریلی |
| ملنے کا پتہ ۔ | لوہا کھیڑ رمضان پور بدایوں (یو، پی) |

یہ کتاب فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی
حکومت اُتّر پردیش کے
مالی تعاون سے شائع ہوئی

# انتساب

سحابِ سخن علامہ ابر احسنی کی پاکیزہ روح کے نام۔

# فہرست


| نمبر | کیا | کہاں |
|---|---|---|
| 1 | اظہارِ حقیقت | 9 |
| 2 | ورقِ تعارف | 15 |
| 3 | شکر پروردگار کرتا ہوں | 17 |
| 4 | پلکوں کے تلے تھا جو گھٹاؤں کا بسیرا | 19 |
| 5 | یہ بات سچ ہے کہ بصورت حباب رہا | 21 |
| 6 | وہ کون رنج نہیں تھا جو دل سے آ نہ لگا | 22 |
| 7 | سُن رہا ہوں دشمنِ شرم و حیا ہو جائے گے | 23 |
| 8 | طعنہ زن ہے جو چھوٹا بڑا ہے | 25 |
| 9 | جب وہ اپنوں کو محبت کی سزا دیتے ہیں | 27 |
| 10 | تیرا دکھ جلتے پروانے | 29 |
| 11 | راستہ دیں مری بزم والے مجھے | 31 |
| 12 | آدمی جب بے حیا ہو جائے ہے | 33 |
| 13 | خوشی دے رہے ہو غموں کے بجائے | 35 |
| 14 | دل کی بینائیوں کا بدل ہو گئی | 37 |
| 15 | تیرے ہوتے ہوئے کیا نہیں ہے | 39 |
| 16 | پتھروں سے رشتہ تھا دل پہ چوٹ کھائی تھی | 41 |
| 17 | کوئی بھی چہرہ گلاب جیسا ترے نگر میں کھلا نہیں تھا | 43 |
| 18 | یہ کہہ دو تو دنیا والے نیلے پیلے ہوتے ہیں | 45 |

| نمبر | کیا | کہاں |
|---|---|---|
| ۱۹ | تیرا غم جگ کے آلام | ۴۷ |
| ۲۰ | ملتے ہی چھٹ جاتے ہیں | ۴۹ |
| ۲۱ | پرچمِ غم تو ہر اک رنگ میں لہراتا ہے | ۵۱ |
| ۲۲ | ان سے کبھی کر نباہ جو تجھکو ستاتے ہیں | ۵۳ |
| ۲۳ | اس زمانے میں جو اندازِ وفا بھول گیا | ۵۵ |
| ۲۴ | ان کے سوا کسی سے محبت جو کی نہیں | ۵۷ |
| ۲۵ | طائرِ دل نہ قید کر حلقۂ زلفِ یار میں | ۵۹ |
| ۲۶ | جو چیز مقدر میں نہیں ہے۔ وہ نہیں ہے | ۶۱ |
| ۲۷ | دعا یہ ہے کہ نہ دے ساتھ آبِ حیات بہت | ۶۳ |
| ۲۸ | صبحِ خنداں کی طرح لوح و قلم جاگے ہیں | ۶۵ |
| ۲۹ | عارض کا رنگ یا تری زلفوں کے بل نہیں | ۶۷ |
| ۳۰ | ذکرِ گل جب بھی چلے خار کا پہلو نکلے | ۶۹ |
| ۳۱ | حسن والے جو وعدے سے پھر جائیں گے | ۷۱ |
| ۳۲ | اب تک تم نے وعدے کا بھرم باندھے ہوئے ہوں | ۷۳ |
| ۳۳ | وزدیدہ نظر والے دل تیرا سوالی ہے | ۷۵ |
| ۳۴ | یہ زمانہ تو بھرے گا نہیں خنجر تانے | ۷۷ |
| ۳۵ | اب ملاقات کی پینگیں نہ بڑھاؤ ساتھی | ۷۹ |
| ۳۶ | کوئی فقیرِ شعور و شعر در بدر ہے | ۸۱ |
| ۳۷ | حسن کا صدقہ اتارا جائے گا | ۸۳ |
| ۳۸ | سکونِ زندگی حاصل نہیں ہے | ۸۵ |

| نمبر | کیا | کہاں |
| --- | --- | --- |
| ۳۹ | اس سلیقے سے وہ گل کترتے رہے | ۸۷ |
| ۴۰ | یہ ذکر چھوڑ کس کی بلا کون لے گیا | ۸۹ |
| ۴۱ | حوصلوں کے ناخنِ تدبیر سے کیا بن پڑے | ۹۱ |
| ۴۲ | چہرہ چہرہ جو اترا ہوا ہے | ۹۳ |
| ۴۳ | جس دن سے سکونِ دلِ ناکام نہیں ہے | ۹۵ |
| ۴۴ | کلیوں کے بدن جب بھی شعاعوں نے چھوئے ہیں | ۹۷ |
| ۴۵ | جب بھی فولاد پگھل جاتا ہے | ۹۹ |
| ۴۶ | کچھ نہیں دبدبۂ جور و جفا میرے لئے | ۱۰۱ |
| ۴۷ | جہاں بھی ساغرِ تحت الشعور ٹوٹا ہے | ۱۰۳ |
| ۴۸ | بکھر رہا ہوں اندھیرے اجالے کو بھی | ۱۰۵ |
| ۴۹ | جو ساقی اور رستا نے ذرا حد سے گزر جائیں | ۱۰۷ |
| ۵۰ | کہاں سے جوشِ وحشت میں کہاں دیوانے جا پہنچے | ۱۰۹ |
| ۵۱ | یہ پھل پایا عشق کئے سے | ۱۱۱ |
| ۵۲ | ملال ہے مری فکر و دل کے آس پاس ابھی | ۱۱۳ |
| ۵۳ | جہانِ عشق و وفا کے رستے عجیب بھی کتنے غریب بھی تھے | ۱۱۵ |
| ۵۴ | تمھارا آنا عجیب لگا تھا تمھارا جانا عجیب لگا ہے | ۱۱۷ |
| ۵۵ | جب دیتے ہیں لوگ بڑھاوے | ۱۱۹ |
| ۵۶ | گزر رہے گا غمِ زلیست مرے دل کی ڈگر سے | ۱۲۱ |
| ۵۷ | وہ شخص مکر ہو نہ کوئی جس میں کید ہو | ۱۲۳ |
| ۵۸ | احساسِ وفا بھول بھی جا ان کے کرم کو | ۱۲۵ |

| نمبر | کیا | کہاں |
| --- | --- | --- |
| ۵۹ | سوالِ آرزو باقی نہیں ہے | ۱۲۷ |
| ۶۰ | دلِ پُر درد کی آہوں کا مداوا نہ ہوا | ۱۲۹ |
| ۶۱ | بہارِ صبح عجب رنگ دلدہی گزری ہے | ۱۳۱ |
| ۶۲ | آپ کا نام جو لگ جائے مرے نام کے ساتھ | ۱۳۳ |
| ۶۳ | زباں کبھی اشاروں سے بات ہو نہ سکی | ۱۳۵ |
| ۶۴ | زندگی مستعار لائے تھے | ۱۳۷ |
| ۶۵ | جلووں میں کھنچیں جب جب گھبرائی ہوئی آنکھیں | ۱۳۹ |
| ۶۶ | جب تمنا غمِ دل میں ڈھل جائے ہے | ۱۴۱ |
| ۶۷ | کرم کرو کہ بہت کچھ ستا لیا تم نے | ۱۴۳ |
| ۶۸ | عمر وہ ہے جو نالۂ شب گیر میں ہو | ۱۴۵ |
| ۶۹ | الفت کے کھیل نے مرا سب کچھ مٹا دیا | ۱۴۷ |
| ۷۰ | جو گوارا نہ ہو وہ گوارا نہ کر | ۱۴۹ |
| ۷۱ | تری یاد میں دل کے ٹکڑے تو ہوں گے | ۱۵۱ |
| ۷۲ | مرنا ترے کوچے میں جینا ترے کوچے میں | ۱۵۳ |
| ۷۳ | جب میرے جنازے پر سب پیکرِ ماتم ہوں | ۱۵۵ |
| ۷۴ | ہر اندھیرے کو بہت دور لئے جاتا ہوں | ۱۵۷ |
| ۷۵ | خوئے نخوت میں آنے کی کوشش نہ کر | ۱۵۹ |

# اظہارِ حقیقت

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ کسی بھی شاعر کے کلام کا تجزیہ اس وقت تک ٹھیک ڈھنگ سے نہیں کیا جا سکتا جب تک اس کی شاعری کو اس کی شخصیت سے الگ کر کے نہ پرکھا جائے۔ اس کے برخلاف یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شاعری اس کی شخصیت کا پرتو ہوتی ہے۔ اس لئے ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا میں خود کو اس بحث میں ڈالنا نہیں چاہتا کیوں کہ مجھے یہاں جس شخصیت کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے وہ بیک وقت میرے لئے ایک معزز انسان بھی ہے اور منفرد شاعر بھی۔ اس کا کردار خود نمائی کی آلودگی سے پاک ہے اس کی گفتگو میں بزرگانہ شفقت، ہمدردی، شگفتگی اور انکساری سب اُس طرح رچی بسی ہیں کہ ہر عمر کے لوگ پہلی ہی ملاقات میں اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر انسان کو خود سے بہتر سمجھتا

ہے ؎

میں ہر اک شخص کو زمانے میں
خود سے بہتر شمار کرتا ہوں

اس پاک باطن اور سادہ مزاج انسان کو ادبی دنیا منزلؔ لوہاٹھیری کے نام سے جانتی ہے۔

منزلؔ صاحب کا ادبی سفر ۱۹۴۲ء سے شروع ہوتا ہے اور وہ آج تک چاند کی طرح خاموشی سے اردو ادب کی خدمت میں مصروف ہیں وہ نہ صرف ایک شاعر ہیں بلکہ ایک کامیاب نثر نگار، نقادِ فن اور محقق بھی ہیں اس سلسلے کی ان کی دو کتابیں "شہر نگاراں" ۱۹۶۸ء اور جہانِ ادب ۱۹۸۲ء ہیں اول الذکر کتاب میں بدایوں کے شعراء و ادباء کے حالاتِ زندگی، ان کے کلام پر بھرپور اظہار رائے اور پھر منزلؔ صاحب کا طرزِ نگارش قابلِ مطالعہ ہے دوسری کتاب بدایوں کے شعراء کا تذکرہ ہے زیرِ نظر کتاب منزلؔ صاحب کی غزلوں کا دوسرا مجموعہ ہے اس سے قبل وہ ۱۹۸۱ء میں "آئینۂ غزل" کے عنوان سے ایک دیوان پیش کر چکے ہیں "بہارِ غزل" میں وہ آپ کو صرف غزل کے شاعر نظر آئیں گے لیکن نظم کے میدان میں بھی اپنی ایک تصنیف "فردوسِ کائنات" ۱۹۸۴ء پیش کر چکے ہیں "فردوسِ کائنات" فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی کے مالی اشتراک سے شائع ہوئی۔ "فردوسِ کائنات" قومی یکجہتی کی زندہ تصویر ہے اس کے مطالعہ سے شاعر اور قومی یکجہتی کا رشتہ صاف نظر آتا ہے اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ منزلؔ صاحب کی غزلوں میں یہ جذبہ موجود نہیں ہے وہ یہاں بھی اسے گلے لگائے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں ؎

مجھے پسند نہ تھا امتیاز دیر و حرم
اسی سے اپنے حریفوں کو میں بھلا نہ لگا
درس دیگر ترے انسانوں کو یک جہتی کا
تری دنیا میں بڑا کام کیا ہے میں نے

منزل صاحب کا تعلق داغ اسکول سے ہے کیونکہ وہ سحاب سخن علامہ ابر احسنی گنوری (ف ۱۹۷۳ء) کے تلامذہ میں شامل ہیں خود اعتمادی اور شعر گوئی کا فن تو ابر احسنی کا نام سننے سے ہی آجاتا ہے یہ ان کی ذات کا ہی فیض ہے کہ منزل صاحب اپنے ہم عمر شعراء (جو فن شعر و سخن کے ماہر ہونے کا دعوی کرتے ہیں) کا جائزہ لے کر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں ؎

منزل انھیں دعوی ہے فن شعر و سخن کا
وہ لوگ جو آگاہ نہیں زیر و زبر سے

داغ دہلوی کا یہ دعوی بالکل درست ہے کہ ؏

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ

یہی وجہ ہے منزل صاحب جو کچھ کہتے ہیں نچے تلے متناسب و برمحل الفاظ میں سوچ سمجھ کر کہتے ہیں وہ صرف زبان کو ہی معیار سخن نہیں سمجھتے بلکہ اُس کے ساتھ ساتھ تخیل کو بھی دوش بدوش رکھتے ہیں ان کے کلام میں گہرائی اور گیرائی کا اجتماع قابل ستائش ہے ان کے یہاں معنی آفرینی کے ساتھ ساتھ جدت بیانی کی مثالیں اکثر نظر آتی ہیں منزل صاحب صرف محبوب کی زلف شبگوں اور تابانی حسن کے جلوہ ہائے محبوبیت پر کائنات عشق لٹا دینے والے شاعر ہی نہیں ہیں بلکہ وہ عصری رجحانات اور زمانے کے تقاضوں کو بھی سمجھتے ہیں وہ مفلس و

ناداری کی افسردہ خاطری سے بھی متاثر ہو کر اپنے ان محسوسات کو شعر کا جامہ پہنا کر زمانے سے شکوہ کرتے ہیں ۔ میں نے اب تک منزلؔ صاحب کی شاعری کے بارے میں جو کچھ عرض کیا اس کی چند مثالیں "بہارِ غزل" سے ملاحظہ فرمائیں ؎

گلستاں گلستاں ہے جنت نہیں ہے
یہاں پھول کے ساتھ کانٹے تو ہوں گے

---

چودھویں کا چاند صدقے کی طرح
تیرے چہرے سے اُتارا جائے ہے

---

میں نے دیکھا ہے زمانہ، میں نے کھائے ہیں فریب
میرا دعویٰ ہے کہ تم بھی بے وفا ہو جاؤ گے

عشق مجازی کے میدان میں منزلؔ صاحب کی پرواز انفرادی جاذبیت رکھتی ہے وہ نہ صرف محبوب کے جمالیاتی پہلو پر نظر رکھتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ محبوب کے تیور، اور اس کے چلے جانے پر احساس کا اظہار بڑی خوبی سے کرتے ہیں ؎

تم سے بچھڑ کے زندہ ہوں یہ بھی کمال ہے
تم یہ سمجھ رہے ہو کوئی بات ہی نہیں

---

جا رہے ہیں میری جانب سے نگاہیں پھیر کے
واہ کیا خوب غمِ الفت (محبت) کا صلا دیتے ہیں

ڈال کر میرے دامن میں دنیا کے غم
مجھ سے کہتا ہے دامن پسارا نہ کر

وہ ان حالات کا بھی جائزہ لیتے ہیں جو حق و باطل، کمزور و طاقتور کی کشمکش سے پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اگر یہ ظلم و تشدد کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو یقیناً منزل صاحب کی یہ پیشنگوئی صحیح ثابت ہوگی ؎

ہم تو ہم وحشیوں کو بھی شرم آئے گی
ایک دن لوگ اس درجہ گر جائیں گے

اور اس وقت محمد عثمان عارف نقشبندی کا یہ شعر ضرور یاد آئے گا ؎

الفت نہیں وفا نہیں ہمدردیاں نہیں
انسانیت سے اتنا تو انساں نہ دور تھا

منزل صاحب انسان کی فلاح و بہبود کو ہمیشہ دھیان میں رکھتے ہیں وہ اپنے کو ترقی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں وہ اپنے وطن کی باگ ڈور ان لوگوں کے ہاتھ میں دینا نہیں چاہتے جو رہبر کی شکل میں رہزن ہوں۔ اگر ایسا ہوا تو یقیناً پچھتانا پڑے گا۔ ؎

ایک رہزن کو چنا پہلے تو رہبر اپنا
اور اب لوگ یہ کہتے ہیں کہ اچھا نہ کیا

"بہارِ غزل" کی غزلیں جدید و قدیم کا حسین سنگم ہیں حالانکہ منزل صاحب کی شاعری میں کلاسیکی رنگ اور روپ زیادہ نمایاں ہے لیکن اس کے ساتھ انھوں نے اپنے ذہن کے دریچے تازہ ہواؤں کے لئے بھی کھلے رکھے ہیں ان کی فکر و نظر نت نئی اڑانیں بھرتی ہے

وہ نئی نئی زمینیں تلاش کرتے ہیں اور نئے نئے قوافی اور نئی ردیفوں کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان کے یہاں ہندی الفاظ کا بھی مناسب پریوگ دکھائی دیتا ہے۔ چند مثالیں پیش ہیں ؎

یہ کہہ دو تو دنیا والے نیلے پیلے ہوتے ہیں
اس دنیا کے سانپ سپولے سب نے پالے ہوتے ہیں

ایسے چھپتا ہوں تم بن
جیسے اک جوگن پچھتائے

خوش رہنا زمانے میں مشکل ہے بہت مشکل
یہ صرف دکھاوے کی چہروں پہ بحالی ہے

جب جہانِ بے لقا سے چل پڑا ہے آدمی
رہ گئے ہیں جیوں کھیتوں سکھ کے سبھی دھن پڑے

یہ اشعار جو محض نمونے کے طور پر پیش کئے گئے ہیں ان کے مطالعہ سے ایک خاص بات جو واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ منزل صاحب کی شاعری اپنے زمانے اور ماحول سے نکل کر FUTURE میں بھی زندہ اور تابندہ دکھائی دیتی ہے اور اسے REALISTIC LITRATURE کے خانے میں رکھا جا سکتا ہے مجھے امید ہے کہ "بہارِ غزل" کی بہار سے ادبی دنیا مہک اٹھے گی۔

شاداب ذکی بدایونی

ذکی منزل
محلہ سوتھا بدایوں

—o—

# ورقِ تعارف

میرا نام جمیل الدین تخلص منزلؔ ولد مسیح الدین وفات ۱۹۷۶ء سکونت لوہا ٹھیر ضلع بدایوں یوپی شریکِ حیات وحیدہ بیگم۔

میری تاریخ پیدائش ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء ہے پیشہ مدرسی فی الحال جونیئر ہائی اسکول باد اللہ گنج میں نائب مدرس ہوں تعلیم اردو، ہندی، انگریزی فارسی، عربی حسب ضرورت۔ اولاد میں چار لڑکے ہیں لڑکی کوئی نہیں۔

تصنیف وتالیف ۱۔ پانی اور پیاس ۲۔ شہر نگاراں ۳۔ راشٹر گیت ۴۔ آئینۂ غزل ۵۔ جہانِ ادب ۶۔ فردوسِ کائنات ۷۔ بہارِ غزل۔

● منزلؔ لوہا ٹھیری کو غزل اور نظم دونوں پر قدرت حاصل ہے اور وہ دونوں کا حق بڑی خوش اسلوبی سے ادا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر عنوان چشتی

● مولانا آبر احسنی کا فیضانِ ادب ہندوستان اور پاکستان کے ہر خطے میں پایا جاتا ہے ضلع بدایوں بھی فیضیاب ہوا منزلؔ اور ان کی تخلیق

آئینۂ غزل اسی کا ذرۂ ظہور سمجھیے ۔ جائزے صفحہ ۱۱۳

——— ڈاکٹر سیفی پریمی ۔

● منزل غزل کی خوبصورت روایتوں کی دلکش توسیع ہے ۔

——— ڈاکٹر بشیر بدر

● ان کا کلام فکری بلندی اور جذباتی تموّج کا حسین سنگم ہے ۔
پرکاش ناطق پرویز، مرکز ادب جینڈی گڈھ ۔

● منزل کی شاعری ان کی زندگی کے تجربات اور زندگی کی واردات کی ترجمان ہے ۔ ——— ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

● وہ بڑی سادگی سے نرم لہجے میں حقائق کی ترجمانی کرتے ہیں ۔

——— عبداللہ ولی بخش قادری جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی ۔

● ان کے کلام میں ایسی مٹھاس اور انداز بیان میں ایسی ندرت ہے جو سامع کے دل چھو لیتی ہے ۔

——— شاداں بدایونی، ایڈیٹر ہفتہ وار "ہماری آواز" بدایوں

● ان کے کلام میں زندگی کی صداقت محسوس ہوتی ہے ۔

——— ذکی تال گانوی سوکھتا بدایوں

یہ ان ہستیوں نے کہا ہے جن پر اردو ادب کو ناز ہے ۔

منزل لہاٹھیری منزل دارالادب لوہاٹھیر ۔ رمضاپنور
بدایوں (یو، پی)

مورخہ ۔ ۱۲ر نومبر ۱۹۸۶ء

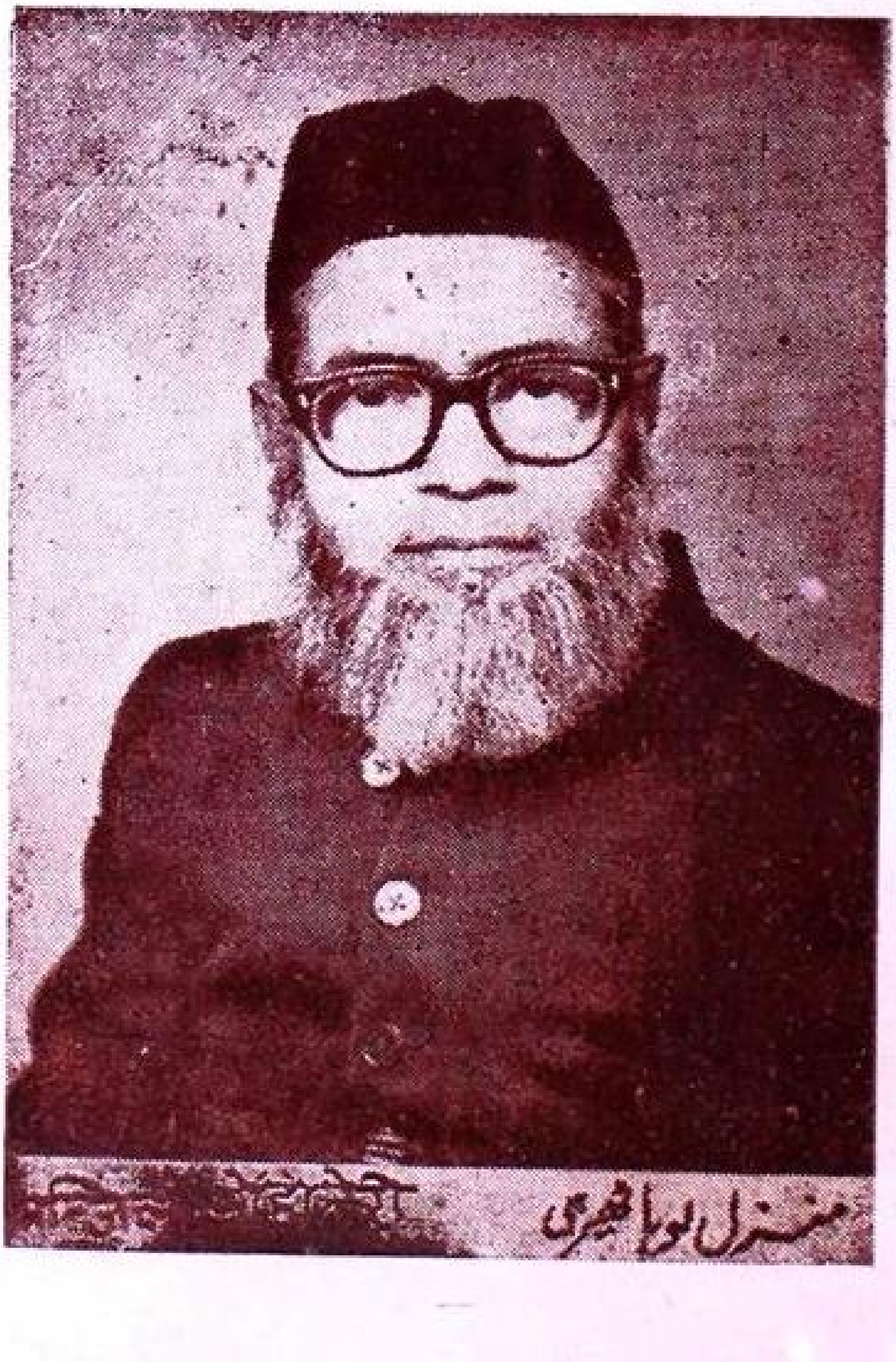

شکر پروردگار کرتا ہوں
اور لبیل و نہار کرتا ہوں
جو ہر اک طور سے مناسب ہو
وہ روش اختیار کرتا ہوں
ساری دنیا سے واسطہ ہے مجھے
ساری دنیا کو پیار کرتا ہوں
پھول تو پھول ہیں کلی تو کلی
میں تو کانٹوں سے پیار کرتا ہوں
میں ہر اک شخص کو زمانے میں
خود سے بہتر شمار کرتا ہوں

تو مرا اعتبار کر نہ سکا
میں ترا اعتبار کرتا ہوں
عرضِ غم اُن سے کر نہیں پاتا
حوصلہ بار بار کرتا ہوں
میری ہمّت کو داد دے تجھ پر
اپنی ہستی نثار کرتا ہوں
پہلے تھی فکرِ ایں و آں منزل
اب تو فکرِ مزار کرتا ہوں

-o-

پلکوں کے تلے تھا جو گھٹاؤں کا بسیرا
آنکھوں نے برسنے سے کبھی مُنہ نہیں پھیرا

دنیا! تری راہوں میں مجھے یہ ہے تعجب
انسان ہی رہبر بھی ہے انساں ہی لٹیرا

ہنس ہنس کے گزرتی ہے تری تجھکو خبر کیا
ایسے بھی ہیں کرتے ہیں جو رو رو کے سویرا

اس دن سے مجھے لوگوں نے دیوانہ کہا ہے
جس دن سے مرے ہونٹوں پہ نام آیا ہے تیرا

صدمات سہوں اب یہ مجھے تاب نہیں ہے
لیکن کوئی کس واسطے دکھ بانٹ لے میرا

گلشن میں یہی اک نشیمن کی جگہ تھی
ڈالا ہے کہاں برق ستم گار نے ڈیرا
منزل وہ کسی روز بھی ہنس پاتا تو کیسے
ہر روز جسے سیکڑوں آلام نے گھیرا

—٥—

یہ بات سچ ہے کہ میں صورت حباب رہا
ہے یہ بھی سچ مری مٹھی میں آفتاب رہا

جو دوسروں کی خوشی کے لئے جیا اے دوست!
ترے جہاں میں وہ انساں کامیاب رہا

ہوا نے ریت کو تودوں کی شکل دیدی تھی
مگر جب آندھیاں آئیں تو کیا حساب رہا

ہزار کاوش و کوشش پہ بھی کبھی نہ کھلے
وہ دوست جن کے لئے میں کھلی کتاب رہا

ترے شباب نے لوٹے ہمارے صبر و سکوں
ہماری جان کا لیوا ترا شباب رہا

کوئی امید بھی پوری نہ ہو سکی منزلؔ
جو خواب دیکھا تھا میں نے وہ صرف خواب رہا

○

وہ کوئی رنج نہیں تھا جو دل سے آ نہ سکا
پھر ایک بات یہ دیکھو کہ والہانہ لگا
وہی ٹھکانہ جسے ہم قفس سمجھتے تھے
جو چند روز بسے ہیں تو آشیانہ لگا
مجھے پسند نہ تھا امتیاز دیر و حرم
اسی سے اپنے حریفوں کو میں کھلا نہ سکا
حیات زاویئے تبدیل کرتی رہتی ہے
بدل بدل کے جگر پر مرے نشانہ لگا
نگاہ شدتِ جلوہ سے خیرہ خیرہ تھی
تری گلی کا کھنڈر بھی نگار خانہ لگا
بس ایک لمحے کا بھونچال تھا گیا منزل
مکاں وہ جس کے بنانے میں اک زمانہ لگا

—o—

سُن رہا ہوں دشمنِ شرم و حیا ہو جاؤ گے
سوچتا ہوں واقعی اک دن بلا ہو جاؤ گے

وہ زمانہ آئے گا تم بھی خفا ہو جاؤ گے
دوستو کیا ہوا ابھی کل جانے کیا ہو جاؤ گے

کیوں مجھی پر یہ کرم ہے کیوں مجھی پر یہ عطا
کیا مرے ہی دم سے مشہورِ جفا ہو جاؤ گے

میری ہر بگڑی بنی کا ہے تمھیں کو اختیار
کیا خبر تھی تم مجھے حکمِ خدا ہو جاؤ گے

دیکھ لینا ایک دن بن جاؤ گے تم میری موت
دیکھ لینا دردِ حسرت کی دوا ہو جاؤ گے

سار ی دنیا تو تمھارے آسرے ہیں مرگئی
مجھ سے یہ کہتے ہو میرا آسرا ہو جاؤ گے
میں نے دیکھا ہے زمانہ میں نے کھائے ہیں فریب
میرا دعوی ہے کہ تم بھی بے وفا ہو جاؤ گے
آج تو کچھ ایسے توبہ کا ارادہ کر لیا
جیسے منزلؔ عمر بھر کو پارسا ہو جاؤ گے

-o-

طعنہ زن ہے جو چھوٹا بڑا ہے
کس زمانے سے پالا پڑا ہے
واقعی یہ عجوبہ بڑا ہے
حسن چھونے سے میلا پڑا ہے
عازمانِ محبت سے کہہ دو
دُور منزل ہے رستہ کڑا ہے
اُن کی تصویر ہے میرے دل میں
جیسے کوئی نگینہ جڑا ہے
صرف اِک شخص کافی ہے جس کو
زندگی اپنا کچّا گھڑا ہے

جو ہر اک غم کا ہے پیش خیمہ
نام اُس کا محبّت پڑا ہے
آگیا ہوں مصیبت کے بن میں
ہر طرف اک نیا غم کھڑا ہے
جس کا عنوان تھے آپ اب تک
وہ فسانہ ادھورا پڑا ہے
آدمی اس کو کہتے ہیں منزلؔ
پانچ پنجوں میں جس کا دھڑا ہے

-- ٥ --

○

جب وہ اپنوں کو محبت کی سزا دیتے ہیں
مسکراتی ہوئی آنکھوں کو رلا دیتے ہیں
اے پرستارِ وفا اب تری دنیا والے
ہر وفادار کو نظروں سے گرا دیتے ہیں
ہر کوئی ناؤ ڈبو ہی نہیں دیتے طوفاں
یہ کبھی ہوتا ہے کنارے بھی لگا دیتے ہیں
ان میں کیوں ذہن مرا رہتا ہے الجھا الجھا
یہ خیالات پریشاں مجھے کیا دیتے ہیں؟
گھونپنے دیجئے خنجر انھیں سینے میں مرے
یہ مرے دوست ہیں انعام وفا دیتے ہیں

جان تک بات گئے بدلے ہیں گنواتے ہیں لوگ
آپ ہیں وعدہ کریں بھی تو بھلا دیتے ہیں

جا رہے ہیں مری جانب سے نگاہیں پھیرے
واہ کیا خوب محبت کا صلا دیتے ہیں

کھیل ہے ان کا زمانے کی کہانی کیا ہے
خاک پر نقش بناتے ہیں مٹا دیتے ہیں

راز کی بات جو کہہ دیتے ہیں منزلؔ اکثر
کس لئے آپ وہ اوروں کو بتا دیتے ہیں

-۵-

○

تیرا دکھ جلتے پروانے
دنیا کیا سمجھے کیا جانے
اِن کا رشتہ ہے کیا جانے
میرے لب تیرے افسانے
جھوٹی مئے ٹوٹے پیمانے
دیکھو میخانے میخانے
گلشن میں دیوانے لیکن
ہنستے پھولوں کے دیوانے
دُکھ سُکھ نفرت الفت سب کچھ
دو ہی دن کے تانے بانے

دشمن کو اپنا نے پہونچا
ہیں کیوں بے جا نے پہچا نے
اپنے بیگا نے سب آئے
مجھ کو تربت تک پہونچا نے
ہیں تو ہوں دیوانہ لیکن
بخشا کس کو ہے دنیا نے
تیرے جگ سے اے جگ والے
کیا پایا منزل دکھیا نے

-٥-

راستہ دیں مری بزم والے مجھے
یاد آتے ہیں پیروں کے چھالے مجھے
تو کرے زندگی کے حوالے مجھے
اور غم تیری دنیا کا پالے مجھے
سوچ اے زندگی دینے والے مجھے
زندگی ہی کسی دن نہ کھالے مجھے
تیرے گیسو تصور سے ہٹتے نہیں
پالنے ہی پڑیں گے یہ کالے مجھے
ڈھا جفا پر جفا کر ستم پر ستم
آزما۔ خوب ہی آزمالے مجھے

موت ایسی بھی کیا چیز تھی دوستو
عمر بھر تی رہی ٹالے ٹالے مجھے

اس تمنا میں ساغر اُچھالے رہا
شاید اک روز ساغر اُچھالے مجھے

فکر کر اپنے بچنے کی تو فکر کر
ڈوب جانے بھی دے ناؤ والے مجھے

پیر میخانہ پینے کو دے یا نہ دے
میکدے سے نہ منزل نکالے مجھے

-۵-

آدمی جب بے حیا ہو جائے ہے
لاکھ سمجھاؤ تو کیا ہو جائے ہے

زندگی سے جو خفا ہو جائے ہے
وہ کسی پر مبتلا ہو جائے ہے

خود بخود پچھتائے ہے رہ رہ کے وہ
جب کسی سے بھی خطا ہو جائے ہے

مسکرا کر دیکھ لیتے ہو مجھے
اس لئے بھی آسرا ہو جائے ہے

مانگتا ہے جب ترا خنجر لہو
سرفروشی حوصلہ ہو جائے ہے

جب کبھی غصے میں آجاتے ہیں آپ
اور چہرہ خوشنما ہو جائے ہے
اس ادا سے امتحاں لیتا ہے وقت
باوفا بھی بے وفا ہو جائے ہے
آشیاں والے ہوئے بے آشیاں
ایک پل میں کیا سے کیا ہو جائے ہے
میکشی کا جس کو چسکا پڑ گیا
کب وہ منزل پارسا ہو جائے ہے

— ٥ —

○

خوشی دے رہے ہو غموں کے بجائے
مرے دل کی دھڑکن کہیں رک نہ جائے
کوئی راستہ جب سمجھ میں نہ آئے
مسافر کو لازم ہے آگے نہ جائے
تڑپتا رہا اشک حسرت بہائے
توقع بھی تھی آپ پھر بھی نہ آئے
جہاں زندگی سب پہ بھاری پڑی ہے
وہاں کیسے اپنے وہاں کیا پرائے
ارے توبہ کیسی اگر میرا ساقی
ہنسے زیرِ لب اور نظر سے پلائے

ضعیفی ہیں سستی اُداسی تھکاوٹ
گھٹا دن تو بڑھنے لگے اور سائے
بھلا کون تم سا ملے گا جہاں میں
بھلا کون تم بن نظر میں سمائے
کیا تختۂ مشق ذوقِ وفا کو
کئی تیر ترکش کے اُس نے چلائے
محبت کہ سلطانۂ زندگی تھی
زمانہ وہی کاش منزل پھر آئے

—○—

دل کی بیتابیوں کا بدل ہو گئی
آپ جب یاد آئے غزل ہو گئی

زندگی اتنی تکلیف دہ تو نہ تھی
جتنی تکلیف دہ آج کل ہو گئی

کتنے بھونروں نے اس پر اڑانیں بھریں
ایک ننھی کلی جب کنول ہو گئی

کیا تری بے رخی کو بھلا پائے گی
وہ ملاقات جو چند پل ہو گئی

اُن سے کوئی شکایت نہ کی عمر بھر
جانے کیوں اک ذرا بات کل ہو گئی

ان سے ترک تعلق ہوا سو ہوا
موت کی بات بالکل اٹل ہو گئی
اُن کی نظریں اٹھیں میری نظریں اٹھیں
بات کی بات تھی برمحل ہو گئی
یہ بڑی مہربانی ہوئی آپ کی
سامنے جو بھی دقت تھی حل ہو گئی
آرزو اُن سے ملنے کی منزل جو تھی
ایک دن وہ ہماری اجل ہو گئی

—٥—

○

تیرے ہوتے ہوئے کیا نہیں ہے
صرف غم کا مداوا نہیں ہے
دل دکھانے باتیں بُری ہیں
دل دکھانا کچھ اچھا نہیں ہے
غم سے گھبرا کے مرجانے والو
غم نے کس کو ستایا نہیں ہے
زندگی کو تماشا نہ سمجھو
زندگی ہے تماشا نہیں ہے
مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرنا
میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے

بھوک کھاتی ہے جب زندگانی
وہ سماں تم نے دیکھا نہیں ہے
غم کا مفہوم اور آپ جانیں
آپ نے غم اٹھایا نہیں ہے
آج تک زندگی ہے معمّا
آج تک کوئی سمجھا نہیں ہے
میرے بعد ان کا چہرہ کبھی منزلؔ
اب شگفتہ نہیں ہے

-٥-

پتھروں سے رشتہ تھا دل پہ چوٹ کھائی تھی
بات جب کی ہے لیکن جب مری جوانی تھی
موسمِ بہاراں میں عہدِ برق و باراں میں
ہم پہ قہر ٹوٹا تھا سب کو شادمانی تھی
آپ کی توجہ تھی عمر تھی زمانہ تھا
اُن دنوں طبیعت میں واقعی روانی تھی
عرصۂ محبت میں کامراں ہوئے جو بھی
اُن کی کامرانی بھی تیری کامرانی تھی
اُن دنوں کا ہر لمحہ اب بھی یاد آتا ہے
ساتھ تم رہے جب تک زندگی سہانی تھی

یہ عجیب عالم تھا میری تیری الفت کا
ہیں یقین کرتا تھا تجھ کو بدگمانی تھی

ہیں یہ ذکر کرتا ہوں اُن دِنوں کا اے ساقی
جن دنوں تشدد کی آگ پانی پانی تھی

کس قدر دو رنگا تھا رنگ میری دنیا کا
کل جہاں تھی شہنائی آج نوحہ خوانی تھی

آنسوؤں سے پلکیں تر خاک سوکھے بالوں پر
زندگی کی کب منزل قدر تم نے جانی تھی

— ٥ —

کوئی بھی چہرہ گلاب جیسا ترے نگر میں کھلا نہیں تھا
یہ سُن رہا ہوں سبب کچھ اسکا ترے کرم کے سوا نہیں تھا

عجیب تھے دیر و حرم کے بندے جو اسکو دیر و حرم کا سمجھے
گھروں میں صحرا میں پربتوں پر کہاں یہ بیٹھا ہوا نہیں تھا

میں اجنبی تھا ترے جہاں میں ٹھکانہ پاتا تو کیسے پاتا
علاوہ اپنے ہی آنسوؤں کے مرا کوئی آشنا نہیں تھا

سمندروں کی تہوں سے لیکر پہاڑ کی اونچی چوٹیوں تک
کہاں اندھیرا گیا نہیں تھا کہاں سویرا ہوا نہیں تھا

ورق ورق پر لکھا تھا جسکے فسانۂ راحت و مصیبت
ہمارے دل کی کتاب جیسا کوئی صحیفہ بنا نہیں تھا

ہزار صورت کے نقشے دلا سے جہاں ہاں کی ہے یہ حقیقت
ہوا کے رخ پر تھیں کشتیاں سب کوئی کہیں ناخدا نہیں تھا

چمن کی تاریخ کیا بتاؤں کوئی بھی ایسی جگہ نہیں ہے
جفائے برق و شرر کے ہاتھوں جہاں نشیمن جلا نہیں تھا

بتا تو اے موسم بہاراں مجھے تو اس کی خبر نہیں ہے
یہ ہاتھ زخمی مرے ہوئے کیوں گلاب میں نے چھوا نہیں تھا

وہ جن حسینوں میں جا بسا ہے وہاں سے بھی گزرے ایکدن ہم
وہاں بھی اسکا پتہ نہیں تھا وہاں بھی منزل ملا نہیں تھا

—٥—

یہ کہہ دو تو دنیا والے نیلے پیلے ہوتے ہیں
"اس دنیا کے سانپ سپولے سب زہریلے ہوتے ہیں"

اے میرے محبوب بتا یہ حسن کی رنگت کتنے دن؟
پت جھڑ میں گرنے سے پہلے پتے پیلے ہوتے ہیں

خود ہی رکھ دیتے ہیں بندے سر جن کی تلواروں پر
جانے یہ کیا بات ہے ان کے نین کٹیلے ہوتے ہیں

تشنہ یا سیراب ہو رندو! میخانے کی خبر سناؤ
اشکوں سے یا مے سے اپنے ہونٹ تو گیلے ہوتے ہیں

نازکاں کے جو عالم ہے کون سنے اور کون کہے
اک پل درشن دینے کو بھی لاکھوں حیلے ہوتے ہیں

27152

دل لیکر جو غم دیتے ہیں الفت کے دیوانوں کو
پہلے پہلے یہ ظالم کتنے شہد جیسے ہوتے ہیں
نسبت ان کے جیسے ہوتے ہیں جب جیت انہیں کی ہوتی ہے

اس دنیا میں جن لوگوں کے پاس وسیلے ہوتے ہیں
نفرت کی خو ہو یا جن سے نخوت کی سی بو آئے
کڑوی ہوتی ہیں باتیں وہ لوگ کسیلے ہوتے ہیں
منزل کس کے پیار کی سردی گرمی مجھ پہ گزری ہے
راتیں آگ لگاتی ہیں اور دن برفیلے ہوتے ہیں

-o-

تیرا غم جگ کے آلام
اک دل کو کتنے انعام
چاند کے دم تک اُجلی شام
باقی کالی رات تمام
آئینے تھے ٹوٹ گئے
ربط، تعلق، شوق، سلام
اپنا ہو یا کوئی غیر
پڑ جاتا ہے سب سے کام
الفت کی ہر فکر حسین
نفرت کی ہر بات حرام

میرے سر پر ٹوٹا قہر
ساتھ چلے جب تم دو گام
دل کی دھڑکن ہیں روپوش
لگتا ہے تیرا پیغام
اچھی کوشش ہو تو دوست
ہر صورت اچھا انجام
ساری دنیا حسن پرست
لیکن ہے منزل بدنام

—٥—

ملتے ہیں چھٹ جاتے ہیں
ساتھی پھر بھی بھاتے ہیں
دل میں کوئی درد نہ تھا
اب وہ دن یاد آتے ہیں
ہو جن کا احساس فقیر
بھولی وہ پھیلاتے ہیں
لوگ سبھی کی کمزوری
اوروں تک پہونچاتے ہیں
رو کے ہاتھ نہیں رکتے
پھول ایسے مدھ ماتے ہیں

غم سے تو کیا گھبراتے
ہم تم سے گھبراتے ہیں
جن سے کچھ اُمّید نہ ہو
وہ بھی کام آجاتے ہیں
ہو جاتے ہیں سب اُن کے
جن سے راحت پاتے ہیں
منزل تو ہاتھ آگئی ہوں
کہیئے کیا فرماتے ہیں

—۰—

H.M.S. Central Library
M TAYEB BAKHSH BADAUNI COLLECTION
Jamia Hamdard, N.D.-62

پرچمِ غم تو ہرا کے رنگ میں لہراتا ہے
گلستاں اوس میں روتا سا نظر آتا ہے

جا بجا کس واسطے دیوانہ ہوا ہے واعظ
نا سمجھ ہوں میں کوئی جو مجھے سمجھاتا ہے

اُن کے دیوانے کی غفلت کا عجب عالم ہے
جاگ جاتا ہے تو پھر جاگ کے سو جاتا ہے

پھول سے جھڑتے ہوئے کتنے بھلے لگتے ہیں
بولتا ہے تو مرا دوست بہت بھاتا ہے

جل ترنگ ایسے خیالوں میں بجا کرتے ہیں
چوڑیاں جیسے کوئی رات میں کھنکاتا ہے

ایسا آساں بھی نہیں غم سے محبت کرنا
ہر خوشی چھوڑ کر انسان یہ کر پاتا ہے
دوستوں سے بھی کبھی چوٹ ہے کھاتا کوئی
دشمنوں کو بھی کبھی مار کے پچھتاتا ہے
جو بھی بہلائے محبت سے تری دل اپنا
میں سمجھتا ہوں وہی خود پہ ستم ڈھاتا ہے
کبھی پڑ جاتی ہے کانٹے کی بھی حاجت منزلؔ
کبھی دشمن بھی یہ دیکھا ہے کہ یاد آتا ہے

—٥—

اُن سے کبھی کرو نباہ تجھے جو ستاتے ہیں
شعلوں سے آشیانے کہیں بھاگ جاتے ہیں

آنسو تو بے سبب مری پلکوں پہ آتے ہیں
وعدوں کی کیا ہے وعدے کبھی بھول جاتے ہیں

چہرے بنے رہیں تو نہیں کچھ اداسیاں
اے میرے دوست! چاند گہن میں بھی آتے ہیں

دیکھا یہی گیا ہے کہ ہاتھوں سے چھوٹ کر
آئینے ٹوٹتے ہیں تو پھر ٹوٹ جاتے ہیں

تجھ سے ترے فریب میں آیا نہ جائے گا
کاغذ کی ناؤ پانی میں بچے بہاتے ہیں

غم کی سیاہ رات میں جو آسرا بنیں
وہ ماہتاب بن کے نظر میں سماتے ہیں
اللہ خیر جن کو ستایا ہے عشق نے
وہ آج دل کی بات زبانوں پہ لاتے ہیں
ایسا نہ ہو نشانہ بنے کوئی بے گناہ
اے دوست تیر سوچ سمجھ کر چلاتے ہیں
تم نے کسی کو منہ بھی لگایا ہے آج تک؟
منزل کو لوگ... کس لئے تم سے اڑاتے ہیں

—٥—

اس زمانے میں جو اندازِ وفا بھول گیا
صرف اے جانِ کرم تو یہ ادا بھول گیا

اب تو محسوس یہ ہوتا ہے سفینے والو
ناخدا بھول گیا ہم کو خدا بھول گیا

اے مری روح پہ چھائے ہوئے جلوے اکثر
تیری خاطر میں زمانے کی جفا بھول گیا

وہ تری مست نگاہوں کا اثر ہے دل پہ
نیک و بد ترکِ طلب یاد جو تھا بھول گیا

میں وہ پابندِ نشیمن تھا چمن زاروں میں
کیا مخالف تھی زمانے کی ہوا بھول گیا

اس کی دنیا میں بہاروں کا گزر ہو نہ سکا
جو کبھی رفتارِ ترقی کو ذرا بھول گیا

اس زمانے کا مقدر ہے یہی عام رواج
بھول جاتے ہیں سبھی تو مجھے کیا بھول گیا

اک وفادار کی حالت پہ ترس آتا ہے
ایسا آیا ترے کوچے میں قضا بھول گیا

میرا وقت آیا تو منزل پہ تماشا دیکھو
چارہ گر دردِ محبّت کی دوا بھول گیا

—٥—

ان کے سوا کسی سے محبت جو کی نہیں
ایسی مرے مزاج میں آوارگی نہیں

چھوڑے غمِ حبیب کو میرے نصیب ہیں
شکرِ خدا کہ دوسرا صدمہ کوئی نہیں

تم سے بچھڑ کے زندہ ہوں یہ بھی کمال ہے
تم یہ سمجھ رہے ہو کوئی بات ہی نہیں

ساقیٔ دلنواز تری آبرو رہے
ایسا بُرا بھی کیا ہے جو مجھ کو ملی نہیں

اتنا تو چاہتا ہوں کہ مجھ پر کرم رہے
رُسوا ہوں آپ ایسی تو میری خوشی نہیں

نیکی بدی کی بات کا مطلب یہ خوب ہے
مطلب کے سامنے کوئی نیکی بدی نہیں

جس کو بڑے مزے سے ہوس کا رکھ گیا
میرے لبوں پہ بات وہی آ سکی نہیں

اچھا ہوا تمام ستم مجھ پہ ہو گیا
اچھا ہوا کہ بات کچھ آگے بڑھی نہیں

منزل جو اپنے دوست کو دن دہاڑے لوٹ لیں
اب ایسے دوستوں کی جہاں میں کمی نہیں

—٥—

طائرِ دل قید کر حلقۂ زلفِ یار میں
ٹھیک نہیں ہیں بندشیں جلوہ گہہ بہار میں

جب سے گھلتی ہے زندگی دردِ فراقِ یار میں
اور بڑھی ہے چاشنی آہِ جگر فگار میں

شکل اب آپ کی نہیں دیدۂ سوگوار میں
کٹتے ہیں اب تو رات دن گردشِ روزگار میں

آپ ہیں میرِ کارواں جب سے جہانِ عشق کے
لٹنے لگے ہیں قافلے آپ کے اعتبار میں

کس نے مٹا دیا سکوں تیرے سوا جہان کا
دیکھ تو کس کا نام ہے فتنۂ روزگار میں

کیسا یہ ساز باز ہے جانے یہ کیسا راز ہے
چھوڑتے ہیں چمن سبھی موسمِ نوبہار میں

سب نے یہی کیا ہے طے وقت اُنھیں پہ سخت ہے
آنکھیں بچھا رہے ہیں جو آپ کی رہ گزار میں

اور یہ ہے ترا کرم میں تو کہوں گا بات یہ
دس میں نہیں پچاس میں سو میں نہیں ہزار میں

منزلِ کوئے زار جب چلا ترک جنوں کی راہ پر
گردشِ دور نے کہا آپ بھی ہیں شمار میں

-۵-

جو چیز مقدر میں نہیں ہے وہ نہیں ہے
اُمید پھر اُس چیز کی کیوں ذہن نشیں ہے

تجھ کو نہ یقیں ہو تو نگاہوں سے مری دیکھ
کوئی بھی ہے دنیا میں تو اک تو ہی حسیں ہے

اب کوئی اسے کفر سمجھتا ہو تو سمجھے
تو پاؤں جہاں رکھ دے وہیں عرشِ بریں ہے

کچھ روز سے عالم ہے یہ دیوانے کا تیرے
دل اور کہیں ہے تو نظر اور کہیں ہے

تو چاند پہ جا چاہے ستاروں پہ چلا جا
اے خاک کے پتلے ترے رہنے کو زمیں ہے

صرف اس کے لئے دہر کے غم مول لئے ہیں
جو دل میں مکیں ہے مری آنکھوں میں مکیں تھے

جس شاخ پہ جلتا ہوا چھوڑا تھا نشیمن
میں کنج قفس میں ہوں مری روح وہیں ہے

احباب مرے تجھ سے یہ کیوں پوچھ رہے ہیں
اب رسم وفا سارے زمانے میں کہیں ہے؟

شکوہ نہ شکایت ہے کوئی اہلِ ستم سے
منزل میں نہیں ہے تو یہی چیز نہیں ہے

— ٥ —

دعا یہ ہے کہ نہ دے ساتھ اب حیات بہت
کہ مجھ پہ بھاری ہے غم کی سیاہ رات بہت
مجھی سے عشق وفاؤں کی کائنات کو تھا
مجھی کو روئی وفاؤں کی کائنات بہت

تمام رات تمہارا ہی انتظار رہا
تمہیں کو میں نے پکارا تمام رات بہت
ہر اک اُمنگ اُبھرتی تھی ڈوب جانے کو
بہت قریب تھی حد تعینات بہت

وہ میری تیری محبت کی بات ہے پیارے
چلی ہے جو بھی زمانے میں کوئی بات بہت

جلی جلی سی گزاری تھی زندگی میں نے
بجھی بجھی سی رہی ہے مری حیات بہت

خدا گواہ مرے غزنوی کو کیا معلوم
برا سا لگتا ہے ویران سومنات بہت

مری اداس نگاہوں کو دیکھنے والو
نئے کھلاڑی کو ہوتی ہے ایک مات بہت

مرے جہاں میں۔ نہیں اس میں شاعری منزل
کہ بھوکے پیٹ بہت ہیں تو ننگے گات بہت

-۵-

صبح خنداں کی طرح لوح و قلم جاگے ہیں
جب تری زلف کے خم سے مرے غم جاگے ہیں

بعدِ شب موسمِ خوش رنگ کی ساعت آئی
جاؤ ساقی کو بلا لاؤ کہ ہم جاگے ہیں

بارہا ایسا ہوا ہے کہ بجائے میرے
میری آنکھوں نے بتایا ہے کہ ہم جاگے ہیں

کیسے کیسے مری تربت پہ لگے ہیں میلے
مر گیا میں تو مرے اہلِ کرم جاگے ہیں

ہنس رہے ہیں جو مجھے دیکھ کر اہلِ دنیا
اُف! یہ راتوں کو مجھے لگتا ہے کم جاگے ہیں

یہ حقیقت بھی مرے بعد ہو گی شاید
سینکڑوں حشر ترے زیر قدم جاگے ہیں
عشق والوں کے مچلتے ہوئے سجدوں کی قسم
اہلِ کعبہ کو خبر دو کہ صنم جاگے ہیں
ایسا کچھ تجھ کو بتاتے ہیں زمانے والے
اہلِ غم باندھنے الفت کا بھرم جاگے ہیں
اب مداوائے غم دل ترا ہونے سے رہا
ہر طرف منزلِ بیمار ستم جاگے ہیں

—o—

عارض کا رنگ باز تری زلفوں کے بل نہیں
کیسے کہوں کہ میری غزل اب غزل نہیں
یہ جانتے ہوئے بھی کہ وعدے اٹل نہیں
مجبور اعتبار کے ماتھے پہ بل نہیں
شاید مری حیات کا موسم بدل گیا
اب آرزو کی جھیل میں دل کا کنول نہیں
راتوں کی نیند سے مری آنکھوں کو بیر ہے
اے دل میری دعاؤں کا یہ تو بدل نہیں
پہلے کتنے ویسے لوگ زمانے میں اب کہاں
اس واسطے رواجِ وفا آج کل نہیں

پتھر برس رہے تھے کہتے ہوئے وہاں
اس پیڑ کو جلاؤ کوئی جس پہ پھل نہیں

آپس میں پیار رسم و راہ بڑھا کے واسطے
لازم یہ ہے کہ لوگ کریں آج کل نہیں

اُس چیز کی طرح ہے نہوں جس کے خواستگار
وہ شخص جس میں قوتِ عزم و عمل نہیں

بزمِ نشاطِ یار میں رونے کو آگئے
منزل تمہاری بات بھی کچھ برمحل نہیں

—o—

ذکرِ گل جب بھی چلے خار کا پہلو نکلے
نیک خو ہیں جہاں چاہوں وہیں بد خو نکلے

اپنے دکھ درد کو سوچا تو ہنسا بھی لیکن
غم کے ماروں پہ نظر ڈالی تو آنسو نکلے

یوں کبھی وہ میرے تخیل میں نمودار ہوا
کوئی جیسے کسی چلمن سے پری رو نکلے

ہر طرف پھول کھلیں ہنستی بہاریں آئیں
میں اسی آس میں بیٹھا ہوں کبھی تو نکلے

جن کے ادنیٰ سے اشاروں نے مچا دی ہلچل
وہ کماں اے مرے ہمدم ترے ابرو نکلے

جنھیں انساں کی محبّت کا بھرم رکھنا تھا
میری دنیا کے وہی لوگ دیا لو نکلے
تیشہ و کوہ تو مشہور ہوئے ہیں منزل
ایسے نکلے تو فقط میرے ہی بازو نکلے

— ۵ —

○

حسن والے جو وعدے سے پھر جائیں گے
اہلِ دل ان کی ڈیوڑھی پہ پھر جائیں گے؟
ان کے گیسو جو عارض پہ گر جائیں گے
چاند پر کالے بادل سے گھر جائیں گے
ہم تو ہم وحشیوں کو بھی شرم آئے گی
ایک دن لوگ اس درجہ گر جائیں گے
اہلِ دل مور دُھج کے لیسر کی طرح
تیرے کہنے پہ آرے سے چر جائیں گے
جو نہ سمجھے زمانے کی رفتار کو
وہ زمانے کی نظروں سے گر جائیں گے

ہم نے تنکے اکھٹے کیئے تھے مگر
کیا خبر تھی شراروں میں گھر جائیں گے
جان کی چاہے بازی لگانی پڑے
ایک بار ان کی محفل میں پھر جائیں گے
آپ کی دید کے منتظر آئے ہیں
آپ کی دید کے منتظر جائیں گے
تندرستی سے منزل جو غافل رہے
یاد رکھیئے کہ آپ اور گر جائیں گے

-o-

اب تک تیرے وعدے کا بھرم باندھے ہوئے ہوں
دل اپنا ترے غم کی قسم باندھے ہوئے ہوں

اے اہلِ جہاں عیش کیے جاؤ کہ اب میں
آنسو کے ہر اک تار سے غم باندھے ہوئے ہوں

اک عمر ہوئی ترکِ تعلق کو تمہارے
میں آج بھی اُمیدِ کرم باندھے ہوئے ہوں

طوفانِ حوادث نے پریشان کیا ہے
پھر بھی تری اُلفت کا بھرم باندھے ہوئے ہوں

کیا دیکھے ہے لفظوں سے بنے پھولوں کی مالا
یہ دیکھ میں دھاگے میں صنم باندھے ہوئے ہوں

یہ دہر کہ میزانِ عمل کہتے ہیں اس کو
اُمّید اسی دہر سے کم باندھے ہوئے ہوں
خوشبوئے محبت ہے ہر اک شعر میں منزلؔ
واللہ وہ اندازِ رقم باندھے ہوئے ہوں

-٥-

دزدیدہ نظر ڈالے دل تیرا سوالی ہے
یہ تیر کھٹکنے دے یہ تیر مثالی ہے
ہر پیکرِ ہستی کی تصویر خیالی ہے
آنکھوں نے سرابوں کی زنجیر بنالی ہے
آوارہ سی پھرتی ہے دیوانہ وشی گھر گھر
کس لاشہ کے پیروں سے زنجیر نکالی ہے
روندے ہوئے ذرّے ہیں افلاک کے سر ماتھے
پامال ہوئے کیا ہیں تقدیر بنالی ہے
پتھر میں کرشمہ ہے یہ بات کوئی دیکھے
ہنستے ہوئے اس بُت نے شمشیر اٹھالی ہے

کافی نہ سمجھ لینا ساقی کا یہ کہہ دینا
رو رو کے بھرو اس کو پیمانہ جو خالی ہے

اس دہر میں ہم نے تو دیکھا ہے یہی اکثر
جو سر پہ بلا آئی اللہ نے ٹالی ہے

خوش رہنا زمانے میں مشکل ہے بہت مشکل
یہ صرف دکھاوے کی چہروں پہ بحالی ہے

جینے بھی نہیں دیتی مرنے بھی نہیں دیتی
یہ طرفہ مصیبت ہے منزل نے جو پالی ہے

-o-

یہ زمانہ تو پھرے گا یونہی خنجر تانے
باز آتے ہیں محبت سے کہیں دیوانے

امتحاں جب بھی لیا دوست تری دنیا نے
جان پر کھیل گئے ہنستے ہوئے دیوانے

وقت نے جب بھی کبھی دولتِ دنیا بانٹی
گلستاں ان کو دیئے مجھ کو دیئے ویرانے

ہنستے ہنستے مجھے ہونا پڑا بربادِ ستم
مجھ پہ گزری جو محبت میں کوئی کیا جانے

کیا مصیبت ہے کہ ہونٹوں پہ نہیں لا سکتا
یہ کہ کس کس نے کیئے مجھ پہ ستم من مانے

ہم کہیں شکوہ کریں بھی تو کریں کس مُنہ سے
ہمیں برباد کیا ہے جو تری دنیا نے
یہ تو ہر ایک نے تسلیم کیا ہے منزلؔ
وہی زندہ ہے مٹایا ہے جسے دنیا نے

— ٥ —

اب ملاقات کی پینگیں نہ بڑھاؤ ساتھی
رسّیاں ٹوٹ چکیں ہوش میں آؤ ساتھی

مختصر وقتِ ملاقات ملا ہے اس میں
سرد آہیں نہ بھرو گیت سناؤ ساتھی

برف کی سل کی طرح اشک جمادو نہ ہمیں
خود ہنسو جیسے بنے مجھ کو ہنساؤ ساتھی

اب تو ہولی کی طرح لوگ جلاتے ہیں ہمیں
ان سے بچنے کی کوئی شکل بناؤ ساتھی

چوری چوری ہی سہی ایک خوشی کی بازی
کھیل جاؤ نہ کبھی کھیل نہ جاؤ ساتھی

گیت لکھوں گا کسک چاہئے دل کو میرے
آج پھر کوئی نیا تیر چلاؤ ساتھی

ایسا محبوب زمانے میں کہاں ہے کوئی
رات دن جس کے لئے نیر بہاؤ ساتھی

یہ کوئی بات نہی عہدِ محبّت کر کے
مسکراؤ نہ کبھی آنکھ ملاؤ ساتھی

بے وفا ہر کوئی ہوتا ہے جنابِ منزلؔ
بے وفا وہ ہے اگر غم نہ مناؤ ساتھی

—٥—

○

کوئی فقیر شورو شر در بدر میں ہے
کوئی فقیر مستِ خودی اپنے گھر میں ہے
کیا ایسی بات سوزِ محبت اثر میں ہے
ہر غم یہ کہہ رہا ہے کہ تو بھی نظر میں ہے
کب سے یہ سوال ابھی تک نظر میں ہے
تلوار میں کشش ہے کہ آشفتہ سر میں ہے
یہ کاکلوں کا رنگ ہے وہ عارضوں کا نور
کتنا سا فرق سوچیے شام و سحر میں ہے
جیسے کنول کے پھول کا پَرتو ہو جھیل میں
ایسے کسی کا عکس مری چشمِ تر میں ہے

مِنّت کشِ اثر نہ ہوئی کیوں مری دعا
کہتے ہیں ایک ربطِ دعا و اثر میں ہے
وہ تجھ کو یاد کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی
کیا جانے ایسا کون سا قصہ نظر میں ہے
جب سے کسی کے جلوے سمائے نگاہ میں
دیوانہ دشت میں ہے کبھی رہ گذر میں ہے
منزلؔ جگر کے ٹکڑے کیے کس کی تیغ نے
نوکِ پلک ضیافتِ خونِ جگر میں ہے

—٥—

○

حسن کا صدقہ اتارا جائے گا
پھر کوئی بے جرم مارا جائے گا
ذکر ہے منصور کے انجام کا
کون سولی سے گزارا جائے گا
میری کشتی ڈوب جائے گی جہاں
پاؤں چھونے کو کنارہ جائے گا
پھر بازی سامنے کوئی نہیں
کون سی صورت سے ہارا جائے گا
روتے روتے ہنستے ہنستے ہر طرح
زندگی تجھ کو گزارا جائے گا

ڈوبنے والے سمجھا گے گا وہ دوُر
جس کسی کو بھی پکارا جائے گا
کیا خبر بھی اور بگڑے گا جہاں
جس قدر اس کو سنوارا جائے گا
چودھویں کا چاند صدقے کی طرح
تیرے چہرے سے اُتارا جائے گا
حضرتِ منزل یہ سوچا ہے کبھی
کچھ نہ کچھ ہے وہ بھی چارا جائے گا

—٥—

سکونِ زندگی حاصل نہیں ہے
ابھی بندہ کسی قابل نہیں ہے
مصائب سے گریزاں ہونے والے
وہ کیا انسان جس کے دل نہیں ہے
سمجھتا ہو جو خود کو سب سے قابل
یقیناً وہ کسی قابل نہیں ہے
محبت لب پہ ہو اور دل میں نفرت
مری طینت میں یہ شامل نہیں ہے
سوالِ کشتی و طوفاں نہ پوچھو
یہ لگتا ہے کہیں ساحل نہیں ہے

جسے چاہو جہاں برباد کر دو
تمھیں آساں ہے مشکل نہیں ہے
کسی بھی شخص سے نفرت برتنا
مرے آداب میں داخل نہیں ہے
کوئی اتنا بتا دے ظالموں کو
خدا مظلوم سے غافل نہیں ہے
جہاں شاکی ہے تجھ سے اے مرے دوست
نہیں ہے کوئی تو منزل نہیں ہے

—o—

○

اس سلیقے سے وہ گُل کترتے رہے
نقشِ پا پھول بن کر ابھرتے رہے
جو بہت پھونک کر پانوں دھرتے رہے
پانوں ان کے بھی کانٹوں سے بھرتے رہے
اہلِ دولت نے کتّوں کو دیں فرغلیں
تیرے انسان ننگے ٹھٹھرتے رہے
میں نے پھولوں کے چہروں پہ شبنم چُنی
اور سب قہقہوں میں گزرتے رہے
اُس گلی سے بہت الفت ہو گئی
روز ہم جس گلی سے گزرتے رہے

دشمنوں کی تو گنتی الگ سے رہی
ہم وہ تھے دوستوں سے بھی ڈرتے رہے
اس تغافل کا کوئی ٹھکانا نہیں
قافلہ چل دیا ہم سنورتے رہے
دوستوں نے تو منزل نہ بخشا ہمیں
پھر بھی ہم دوستوں ہی کو مرتے رہے

-o-

یہ ذکر چھوڑ کس کی بلا کون لے گیا
دنیا بتا کہ رسمِ وفا کون لے گیا
میں تھا تو ہاتھ خون میں رنگنے کا چاؤ تھا
اب آپ کے ستم کی ادا کون لے گیا
اللہ! میری سادہ مزاجی تو دیکھنا
ہونٹوں سے پوچھتا ہوں دعا کون لے گیا
تنکے تو آندھیوں نے بکھیرے اُڑا دیئے
خاموش ہیں جوان کی نوا کون لے گیا
سب کو تمھارے غم سے پڑا واسطہ مگر
بازی ہمارے دل کے سوا کون لے گیا

کشتی رہے تو لاکھ سہارے ہیں دوستو
روٹھا ہے ناخدا تو خدا کون لے گیا

آسودگان درد کا عالم نہ پوچھیئے
رہ رہ کے سوچتے ہیں قضا کون لے گیا

تکتے ہی سب کو رہ گئے بے چارہ گانِ دہر
دیکھا نہ! کس کے سر کی بلا کون لے گیا

منزلؔ ترے قلم کی روانی کہاں گئی
پہلے کبھی جو تھی وہ ادا کون لے گیا

— ٥ —

○

حوصلوں کے ناخنِ تدبیر سے کیا بن پڑے
جب کسی کے رشتۂ تقدیر میں الجھن پڑے

آدمی کی ہر ادا ہے زندگی کے واسطے
دوستی یا دشمنی جو بھی کسی سے بن پڑے

جب جہانِ بے لقا سے چل پڑا ہے آدمی
رہ گئے ہیں جیون کے تینوں سکھ کے سبھی سادھن پڑے

جن پہ ویرانوں کی وحشت کا گماں ہوتا رہا
زندگی کی راہ میں ایسے بہت گلشن پڑے

میرا اپنے شہر میں کوئی بھی بیگانہ نہ تھا
میں جدھر نکلا ادھر کچھ دوست کچھ دشمن پڑے

وادیٔ ایمن کا منظر آگیا تھا سامنے
میری نظریں کیا اٹھیں چلمن سے جلوے چھن پڑے
چڑھتا سورج بھی نہ منزلؔ کام ان کے آسکا
بیچ اونچی اونچی دیواروں کے جو آنگن پڑے

-٥-

چہرہ چہرہ جو اُترا ہوا ہے
زندگی کا ستایا ہوا ہے

اک مرا ہی نہیں ہر کوئی دل
فکرِ دنیا سے اُلجھا ہوا ہے

جس کو مارا اُسے ہنس کے مارا
ان دلوں آپ کو کیا ہوا ہے

جس کو پالا ڈسا ہے اُسی نے
یہ تماشا بھی دیکھا ہوا ہے

کاکلیں ہٹ گئیں ان کے رُخ سے
چاند نکلا اُجالا ہوا ہے

میرے دل میں ہی کیا سب کے دل میں
تیرا جلوہ سمایا ہوا ہے
سُن رہے ہیں جو میری تباہی
کہہ رہے ہیں کہ اچھا ہوا ہے
سامنے آ گئے ہیں اچانک
چار چھ بار ایسا ہوا ہے
ویسے کہنے کو اپنے بہت ہیں
واقعی کون اپنا ہوا ہے
کچھ نہ بولے نہ آنکھیں ہی کھولے
آج منزلؔ تجھے کیا ہوا ہے

—o—

جس دن سے سکونِ دلِ ناکام نہیں ہے
قسمت کے ستاروں کو کبھی آرام نہیں ہے

کچھ آپ کے سر پر ہی یہ الزام نہیں ہے
دنیا میں وفاؤں کا کہیں نام نہیں ہے

میرے ہی لئے گردشِ ایام نہیں ہے
دنیا میں کہاں سختیٔ آلام نہیں ہے

بیداریٔ ادراک نظر بھی ہے ضروری
سورج ہی نکلنے کا سحر نام نہیں ہے

خاموش رہے جب یہ نہ آئے کوئی ساغر
ہے داخلِ آداب مگر عام نہیں ہے

جب سامنے لاتا ہے یہی جامِ شکستہ
کیا پیرِ مغاں اور کوئی جام نہیں ہے
وعدوں نے قدم تھام لئے دل کی تڑپ کے
میں سوچ رہا ہوں کہ ابھی شام نہیں ہے
دستک سی دیا کرتا ہے کوئی مرے دل میں
اے دوست! کوئی تیرا تو پیغام نہیں ہے
ہر شخص مٹانے کو تلا بیٹھا ہے منزل
کیا ہے جو محبّت کا یہ انعام نہیں ہے

—٥—

کلیوں کے بدن جب بھی شعاعوں نے چھوئے ہیں
گلشن میں ہر اک سمت حسیں پھول کھلے ہیں

پلکوں پہ ڈھلکتے ہوئے اشکوں کو سجائے
عشاق تمنا سے تری کھیل رہے ہیں

پتوار سنبھالے ہوئے بیٹھی ہے تباہی
پھر میرے سفینے کے قدم ڈول رہے ہیں

آئینہ بھی حیرت سے انھیں دیکھ رہا ہے
وہ اپنی جھلک آئینے میں دیکھ رہے ہیں

دنیا تری تاریخ بڑی درد بھری ہے
ہر اک زمانے میں بڑے ظلم ہوئے ہیں

وہ لوگ جنھوں نے مجھے برباد کیا ہے
معصوم بنے ہیں بڑے انجان بنے ہیں
نکھرے ہوئے چہرے کبھی نظر آتے ہیں دھندلے
آئینوں کے رخ گردِ تنافر میں اٹے ہیں
مانا کہ اُجالے ہیں چراغوں ہی سے منزل
لیکن وہ اندھیرے جو چراغوں کے تلے ہیں؟

-○-

جب بھی فولاد پگھل جاتا ہے
جیسا منظور ہو ڈھل جاتا ہے
جس طرح تیر کماں سے نکلے
اس طرح وقت نکل جاتا ہے
وقت کے داؤ سے بچنے والو
وقت کا داؤ تو چل جاتا ہے
کسی تقدیر میں لکھی ہو مگر
کب تری زلف کا بل جاتا ہے
پھول چھوتا ہے وہ ہوتا ہے شاد
آگ چھوتا ہے وہ جل جاتا ہے

وہ کسی چھوٹے سے بچّے کی طرح
بات میں رنگ بدل جاتا ہے
اُن کے الطافِ کرم کے صدقے
ہاں بُرا وقت بھی ٹل جاتا ہے
سنزکیؔ زار کو پوچھو کیا ہو
وہ تو باتوں میں بہل جاتا ہے

—ㅇ—

کچھ نہیں دبدبۂ جور و جفا میرے لئے
کیونکہ ہیں مثل سپر صبر و رضا میرے لئے

صحنِ گلزار کے پھولوں کی ردا میرے لئے
چرخ نیلی کے ستاروں کی ضیا میرے لئے

اب جسے چاہے اُسے عیش کی دولت دیدے
آگئی راس غمِ دل کی فضا میرے لئے

اور کیا سارے زمانے کی خوشی سلب ہوئی
صرف خوشیوں کا زمانا نہ رہا میرے لئے

ایسی کیا تھی مرے مرنے کی خوشی لوگوں کو
ایک آنسو بھی کسی کا نہ گرا میرے لئے

دیکھتا جا مری پلکوں پہ لرزتے آنسو
تو نے بخشا ہے یہ انعامِ وفا میرے لئے
تیری چاہت کی قسم تیرا ہی دیوانہ کہا
جس کسی شخص نے دیوانہ کہا میرے لئے
عمر بھر اب تو مجھے ہے یہی رونا رونا
ناخدا ہنستے ہوئے ڈوب گیا میرے لئے
اب تو ہر روز تقاضا ہے کسی کا منزلؔ
کوئی تازہ سی غزل اور سنا میرے لئے

—o—

○

جہاں بھی ساغرِ تحت الشعور ٹوٹا ہے
ضرور فکر و نظر کا غرور ٹوٹا ہے

یہ کیسی رات کہ تاروں میں روشنی نہ رہی
مرا گماں ہے کوئی دل ضرور ٹوٹا ہے

نفس نفس نے کچوکے دیئے ہیں تیرے بعد
تڑپ تڑپ کے دلِ ناصبور ٹوٹا ہے

تباہ کر کے مجھے دہر سے مٹا کے مجھے
کسی کا کفر کسی کا غرور ٹوٹا ہے

قیامتوں کی ہے خفگی نگاہِ ساقی میں
کسی کے ہاتھ سے ساغر ضرور ٹوٹا ہے

ہوئی ہے بات یہ ثابت کہ شیخ کے دل پر
خیالِ جنّت و حور و قصور لوٹتا ہے
کوئی خبر تو نہیں مل سکی ہے منزل کی
فلک سے ایک ستارہ ضرور ٹوٹتا ہے

— ۵ —

بھر رہا ہوں اندھیرے اُجالے کو میں
کیا کہوں زندگی دینے والے کو میں
نور کے دائرے میں ہے چہرہ ترا
دیکھتا ہوں مرے چاند ہالے کو میں
میرے سنسار میں سر اُٹھائے گا جو
ناتھ لوں گا ہر اک ایسے کالے کو میں
ان کے ظلم و ستم کو کبھی کہتا نہیں
کیا کہوں اپنے ہونٹوں کے تالے کو میں
ختم جس پہ ہے دنیا کی فتنہ گری
چاہتا ہوں اُسی بھولے بھالے کو میں

آپ کعبہ کو جائیں بڑے شوق سے
جاؤں بے حد خوشی سے شوالے کو میں
یاد کرنے لگا سختیاں دور کی
دیکھ کر ایک نازوں کے پالے کو میں
ساری دنیا سے بہتر سمجھتا رہا
بے غرض دوستی کرنے والے کو میں
آرزوؤں کی شمعیں جو گل ہو گئیں
خوب ترسا ہوں منزل اجالے کو میں

—٥—

جو ساقی اور مستانے ذرا حد سے گزر جائیں
تو سارے میکدے کو آن میں برباد کر جائیں

ہمارے نیک و بد کی ذمہ داری بھی ہمیں پر ہے
جئیں امرت پیئے سے اور بِش کھانے سے مر جائیں

کوئی ازراہِ الفت کوئی ازراہِ ستمگاری
سبھی یہ چاہتے ہیں زندگی میں نام کر جائیں

بہت آسان ہے پہچان اربابِ شرافت کی
وہی ہوتے ہیں لوگ اچھے برائی سے جو ڈر جائیں

ہر ایسی کوششِ بے سود سے لازم ہے باز آنا
کہ گل بھی مل نہ پائیں ہاتھ بھی خاروں سے بھر جائیں

کسی صورت بھی کٹ جائے یہ ظالم زندگی یارب
کسی صورت بھی اس طوفانِ غم سے پار اُتر جائیں
کسی کی محفلِ رنگیں کے پاس اکثر خیال آیا
کوئی کہہ دے ہم آتے ہیں ذرا وہ بن سنور جائیں
دعا دو میری نظروں کو کہ اُس خوبی کے حامل ہو
تمھارا رخ جدھر ہو جائے آئینے نکھر جائیں
ہمیں کو ہر طرح کا غم جگر میں رکھ کے جینا ہے
مگر ایسے نہیں منزلؔ کہ نالے بے اثر جائیں

—٥—

کہاں سے جوشِ وحشت میں کہاں دیوانے جا پہنچے
غضب ہوگا جو نالے عرش سے ٹکرانے جا پہنچے

مری بادہ کشی کو یوں بھی توبہ چھو نہیں پائی
جہاں پینے کی نیت کی وہیں پیمانے جا پہنچے

سنانے پھر کو دعویٰ تھا جنھیں سوزِ محبت کا
نہ پہنچے وہ کسی صورت جہاں پروانے جا پہنچے

کہاں تک روئے جائیں وقت کے جورِ فراواں کو
کہ جو گلشن میں رہتے تھے وہی ویرانے جا پہنچے

خرد ہی کیا جنوں کی منزلوں کا راز پا لیتی
وہاں کوئی پہنچ پایا؟ جہاں دیوانے جا پہنچے

کبھی جمنے نہیں دیکھی گئی سرسوں ہتھیلی پر
وہ دیوانہ ہے دیوانے کو سمجھانے جا پہنچے
ہزاروں قسم کی تھیں سختیاں راہِ محبت میں
تمھاری بزمِ رنگیں تک مگر دیوانے جا پہنچے
کسی صورت جہاں مجبور کا پرساں نہیں کوئی
ارے مضطر میاں آنسو وہاں برسانے جا پہنچے

—o—

یہ پھل پایا عشق کیئے سے
پھرتے ہیں ہم زہر پیئے سے
پھونس کے گھر ہیں کیا دیوالی
لگ سکتی ہے آگ دیئے سے
کون ہے سر پر خنجر تانے
بیٹھے ہیں سب ہونٹ سیئے سے
مجبوروں کی آہ کو چھوڑے
کیا پاؤ گے ظلم کیئے سے
ہم نے کتنے ظلم سہے ہیں
تم کو اپنا سوچ لئے سے

کس کی نظروں میں مستی ہے
لگتے ہیں کیوں لوگ پیئے سے
میرے گھر میں جب لگتی ہے
لگتی ہے اپنے ہی دیئے سے
دن بھر کی باتیں یاد آئیں
شام لگا جو سر تکیئے سے
دنیا پر کیا فرق ہے منزلؔ
تیرے مرے سے تیرے جیئے سے

—٥—

ملال ہے مری فکروں کے آس پاس ابھی
اُداس رہنے دے اے دل مجھے اداس ابھی

مجھے تو سارے زمانے کی فکر کرنی ہے
تمھیں تو ہو مرا آئینۂ قیاس ابھی

وہ کیسے کوئی شکایت زباں پہ لائیں
جنھوں نے دیکھ لیا ہے تمھیں اداس ابھی

ہمارے بعد کہاں آسرا ملا اس کو
تڑپ رہی ہے غم و درد کی اساس ابھی

چھلک گیا تھا اچانک لبوں سے آ کے مرے
شراب جیسا مہکتا ہوا گلاس ابھی

دلوں کے فاصلے کتنے ہیں میں کہوں نہ کہوں
کوئی بھی شخص نہیں ہے کسی کے پاس ابھی

مرے عزیز نہ روئیں ابھی سرِ بالیں
کہ ہے مجھی کو مری زندگی کی آس ابھی

بندھانے آئی تھی شاید ہزار اُمیدیں
تمھاری یاد جو آئی تھی میرے پاس ابھی

ابھی کہاں ستم و جور میں کمی منزل
کہاں ہوا ہے نئے درد کا وکاس ابھی

— ٥ —

جہانِ عشق و وفا کے رستے عجیب بھی تھے غریب بھی تھے
جھکے تھے جو سر تمھارے در پر وہی برائے صلیب بھی تھے
مرے علاوہ تمھاری چاہت میں چند میرے رقیب بھی تھے
مجھے بتاؤ تمھارے جلوے مگر کسی کو نصیب بھی تھے
تمھاری دنیا میں ہم نے دیکھا امیر بھی تھے غریب بھی تھے
مگر شکایت نہیں ہے تم سے کہ اپنے اپنے نصیب بھی تھے
کسی کی کوشش نہ کام آئی کسی کی حکمت نہ رنگ لائی
ہمارا دم جب نکل رہا تھا حبیب بھی تھے طبیب بھی تھے
انھیں پہ سب کچھ لٹا چکے ہیں انھیں کو سب کچھ سُنا چکے ہیں
جو آج دشمن بنے ہوئے ہیں کبھی ہمارے حبیب بھی تھے

تڑپ رہے تھے سکونِ دل کو مرے زمانے کے لوگ لیکن
جنھیں سلیقہ تھا زندگی کا وہ راحتوں سے قریب بھی تھے

تمھاری دنیا کا یہ معمّا نہ حل ہوا ہے نہ ہو سکے گا
تمھارے بندے سبھی تھے لیکن سبھی کے پھر بھی نصیب بھی تھے

نہیں تھا کوئی کہیں بھی ایسا جو میرا دو روز ساتھ دیتا
جو ساری دنیا تھی دور مجھ سے تو لوگ کچھ کچھ قریب بھی تھے

نہ ایسی صورت تھی کوئی ممکن نہ ہم کو نسبت تھی کوئی لیکن
جنھوں نے اُن سے ہمیں ملایا وہ واقعے کچھ عجیب بھی تھے

— ۵ —

تمھارا آنا عجب لگا تھا تمھارا جانا عجب لگا ہے
بنا تھا مجھ کو وہ جیسے رحمت یہ جیسے کوئی غضب لگا ہے

یہ کس سے پوچھوں یہ کون جانے کہ یہ تماشائے دہر ہے کیا
خدا بھی ہے اس جہاں کا لیکن ہر امر میں اک سبب لگا ہے

جسے کہیں کیف جاودانی جسے کہیں جام ارغوانی
وہ میرے ہاتھوں سے کب چھوا ہے وہ میرے ہونٹوں سے کب لگا ہے

پلائے جاتا ہے میرا ساقی میں ہو کے سرشار پی رہا ہوں
مجھے کچھ اس کی خبر نہیں ہے گلاس ہونٹوں سے کب لگا ہے

کوئی شکایت نہ کوئی ماتم تڑپ تڑپ کر جیئے گئے ہم
تمھارا تیر نظر جگر میں کبھی کبھی اے دوست جب لگا ہے

یہ تجزیہ کر چکا ہوں اکثر یہ تجربہ کر چکا ہوں اکثر
کہ جو بزرگوں کے منہ لگا ہے ہر ایک وہ بے ادب لگا ہے

ہمیں کہاں ہے قرار ہمدم ہمیں کہاں ہے سکوں کا عالم
ہمیں تو منزل ترے جہاں کا تمام رنج و تعب لگا ہے

—٥—

جب دیتے ہیں لوگ بڑھاوے
مٹ جاتے ہیں سب پچھتاوے
ایسے پچھتاتا ہوں تم بن
جیسے اک برہن پچھتاوے
تم بھی ہو پھر بھی جانے کیوں
غم نے بول دیئے ہیں دھاوے
حق ناحق من کی پرچھائیں
آس۔ نراشا۔ بھاگیہ چھلاوے
رہنا ہے جس گھر میں ہمیشہ
آتے ہیں اس گھر سے بلاوے

تم آئے تھے جس ساون میں
وہ ساون کی رُت پھر آوے
پیار، محبت، ہلوکہ اخوت
صرف دکھاوے صرف دکھاوے
ایک تمھاری یاد جو آئی
چھوٹ پڑے ہیں لاکھوں لاوے
کارِ سکوٹر محل دو محلے
منزلِ بے سب من بہلاوے

—٥—

گزرے گا غمِ زیست مرے دل کی ڈگر سے
سامانِ طرب دور رکھو میری نظر سے

تیری نگہِ مست گزر جائے جدھر سے
کس طور اُدھر بادۂ گل رنگ نہ برسے

مجھ کو یہ کہیں اور گنہگار نہ کر دے
اللہ بچائے تری معصوم نظر سے

پھر شاخِ شجر اس کا سہارا نہیں بنتی
پتا جو کوئی ٹوٹ کے گر جائے شجر سے

ہر اک چمن زار کی تقدیر جدا تھی
بادل کہیں اٹھے کہیں گرجے کہیں برسے

غم دل میں بسا ہے جو ہمارے تو لیے جائے
کس منہ سے نکالے کوئی مہمان کو گھر سے

اس دورِ پر آشوب میں یہ بھی ہے بڑی بات
زندہ ہوں بزرگوں کی دعاؤں کے اثر سے

کچھ اور تو کیا موت بھی مانگے نہیں ملتی
ہم تیرے زمانے میں ہر اک چیز کو ترسے

منزل انھیں دعویٰ ہے فنِ شعر و سخن کا
وہ لوگ جو آگاہ نہیں زیر و زبر سے

— ٥ —

وہ شخص مکر ہو نہ کوئی جس میں کید ہو
توبہ کرو! وہ شخص گناہوں میں قید ہو

جو بھی بُرا کرے گا بُرا پائے گا ضرور
وہ آدمی عمر ہو بکر ہو کہ زید ہو

آزاد ہو تو مثلِ نسیمِ سحر رہے
قیدی بنے تو قیدِ توکّل میں قید ہو

رو رو کے جی رہا ہے مریضِ وفا اسے
ہنس ہنس کے زہر دیتے ہو تم کیسے دید ہو

اب اپنی زندگی میں وہ رہتی ہے کشمکش
جیسے ہمارا دل تری زلفوں میں قید ہو

وہ میٹھی میٹھی بات کیئے جا رہے ہیں آج
لازم ہے اس ادا میں کوئی مکر و کید ہو
منزل کبھی سکون اسے ہو تو کس لیئے
جو بد نصیب ناوکِ فرقت کا صید ہو

—○—

## رباعی

وہ درد جو سینے میں جواں ہوتے ہیں
اے دوست عذابِ دل و جاں ہوتے ہیں
تو نے نہیں دیکھے وہ دہکتے شعلے
دل پھونک کے پلکوں پہ عیاں ہوتے ہیں

—○—

احساسِ وفا بھول کبھی جاؤں کے کرم کو
سینے سے بہت دیر لگاتے ہیں غم کو

ہم سے نہ بچھڑنے کی قسم کھائی تھی جس نے
اب یاد کیا کرتے ہیں ہم اُس کی قسم کو

احساس نہیں ہے جو بُرے اور بھلے کا
کچھ دیر کو پتھر ہی سمجھ لیجئے ہم کو

آ دیکھ ترے ہجر کے صدموں سے گزر کر
کس شان سے جاتا ہے کوئی ملکِ عدم کو

تم بھول ہی جانا کہ تمہیں کوئی ملا تھا
ہر حال میں اک روز جُدا ہونا ہے ہم کو

اک ہوک سی اٹھتی ہے کئی روز سے دل میں
انجانے کوئی روگ لگا ہے مرے دم کو
جن کاندھوں پہ تا زیست مرا بوجھ رہا تھا
کاندھے وہ تھکے جاتے ہیں دو چار قدم کو
ہر آگ سے دامن کو بچایا یا نہیں جانا
میں یوں بھی دعا دیتا ہوں ارباب ستم کو
ہوکوں کو چھپائے ہوئے ہنس ہنس کے جیا ہوں
کیا لوگ سمجھ پائیں گے منزلؔ مرے غم کو

— ٥ —

○

سوالِ آرزو باقی نہیں ہے
خیالِ جستجو باقی نہیں ہے
گزاری ہے کچھ ایسی میکدے میں
غمِ جام و سبو باقی نہیں ہے
چمن لگتا ہے ویرانہ سا ہر سمت
کہیں بھی رنگ و بو باقی نہیں ہے
کبھی اب میری پلکیں نم نہ ہوں گی
مرے دل میں لہو باقی نہیں ہے
عجب رستہ پہ آیا ہے زمانہ
خیالِ آبرو باقی نہیں ہے

دلوں میں نور کیا انگڑائیاں لے
زباں پر تو ہی تو باقی نہیں ہے
اُنھیں کیا پا لیا ہے اپنے دل میں
تلاشِ کو بہ کو باقی نہیں ہے
ابھی تو جستجو باقی ہے تیری
ابھی کیا جستجو باقی نہیں ہے
زمانہ گھوم دیکھا میں نے منزلؔ
محبّت چار سو باقی نہیں ہے

— o —

دلِ پر درد کی آہوں کا مداوا نہ ہوا
چین اک شب کو بھی آتا کبھی ایسا نہ ہوا

گل کھلاتی ہی چلی جائیں وہ نظریں نہ رہیں
میرے بعد آپ کی دنیا میں سویرا نہ ہوا

لاکھ غم دے کے کوئی ایک ہی راحت دیتے
اے مرے دوستو! تم سے کبھی اتنا نہ ہوا

ایک رہزن کو چنا پہلے تو رہبر اپنا
اور اب لوگ یہ کہتے ہیں کہ اچھا نہ ہوا

میری نظروں سے بھی پرہیز کیا ہے تم نے
سوچتا ہوں تمھیں اتنا بھی گوارا نہ ہوا

ہمیں اس بات سے مطلب ہی نہیں تھا کوئی
کیا ہوا آپ کے سنسار میں کیا کیا نہ ہوا
اس زمانے میں کوئی شخص نہیں ہے جس نے
آپ سے عشق کیا اور وہ رسوا نہ ہوا
جانے کیا بات مقدر میں لکھی تھی ایسی
جو ہوا سارے زمانے کا وہ میرا نہ ہوا
ہم نے چاہا تھا جسے اس نے ستایا ہے ہمیں
لوگ کہتے ہیں کہ مترلؔ کوئی اچھا نہ ہوا

—o—

بہارِ صبح عجب رنگ و بُو میں گزری ہے
کلی کلی پہ لگے ہے لہو میں گزری ہے

مرے شعور کے تاروں کو چھیڑنے والے
تمام عمر تری جستجو میں گزری ہے

ترے سوا نہ مجھے یاد آ سکا کوئی
تمام عمر مری تو ہی تو میں گزری ہے

وہ بد نصیب جسے کوئی آستاں نہ ملا
حیات اس کی غم کو بہ کو میں گزری ہے

مشاہدہ ہے مرا یہ کہ باغِ عالم میں
ہر اک درخت کی شوقِ نمو میں گزری ہے

کسی بھی گل سے ترے جسم کی مہک مل جائے
چمن سے صبح اسی آرزو میں گزری ہے
مزا ملا ہے یہ کھیتی کی آرزو کر کے
کٹی ہے تیز دوپہری میں لو میں گزری ہے
عجیب ہے یہ زمانے کا گلستاں جس میں
ہر ایک پھول کی اپنی ہی بو میں گزری ہے
کسی کی تیغِ نظر سے جو پیار تھا منزلؔ
تمام عمر نہاتے لہو میں گزری ہے

—٥—

آپ کا نام جو لگ جائے مرے نام کے ساتھ
عید کا چاند نظر آئے ہر اک شام کے ساتھ
اس کی ٹھوکر پہ رہی سارے زمانے کی خوشی
زندگی جس نے گزاری غم و آلام کے ساتھ
کیا تماشہ ہے مری موت کے پیغام کے ساتھ
آئے ہو بکھری ہوئی زلف سیہ فام کے ساتھ
اب کوئی شخص کسی شخص سے نفرت نہ کرے
عام ہو ایسی محبت مرے پیغام کے ساتھ
نزع کے وقت جو آجاؤ گے بالیں پہ مری
جسم سے روح نکل جائے گی آرام کے ساتھ

مجھے تو کہنہ روایات کا پابند نہ کر
واسطہ میں نہ رکھوں گا روشِ عام کے ساتھ
میں وفادار رہا مصلحت آگیں نہ بنا
مگر افسانہ بنا ڈالا اس الزام کے ساتھ
میکدہ سے جو میں نکلا تو عجب عالم تھا
جام آنکھوں کے بھتے لبریز تھی جام کے ساتھ
غمِ دوراں کی رہی یا غمِ جاناں کی رہی
الغرض چھیڑ رہی منزلِ ناکام کے ساتھ

—٥—

زباں سے کیسی اشاروں سے بات ہو نہ سکی
چمن میں اپنی بہاروں سے بات ہو نہ سکی

شبِ حیات وہ بوجھل نظر معاذ اللہ
غمِ حیات کے ماروں سے بات ہو نہ سکی

چھپا کے گھونپ رہے تھے جو پیٹھ میں خنجر
بس اُن خلوص شعاروں سے بات ہو نہ سکی

دُکھے دلوں کے سہارے ضرور تھے لیکن
مری ہی ایسے سہاروں سے بات ہو نہ سکی

مجھی سے راہ گزاروں سے واسطہ تھا بہت
مجھی سے راہ گزاروں سے بات ہو نہ سکی

کبھی وہ پاس بھی آئے تو ہونٹ کیا ہلتے
کوئی نظر کے اشاروں سے بات ہو نہ سکی
اُبھرتے ڈوبتے تارے نظر میں بھتے لیکن
کبھی نصیب کے ماروں سے بات ہو نہ سکی
تلاش کر تو لیا تیرا آستاں لیکن
کبھی کبھی بھی اشاروں سے بات ہو نہ سکی
ملال اس کا ہے سنبلؔ کہ زندگی گزری
چمن کی تازہ بہاروں سے بات ہو نہ سکی

—٥—

زندگی مستعار لائے تھے
کیا مصیبت ادھار لائے تھے
ان کی محفل میں ہنس رہے تھے لوگ
ہم جو اشکوں کے ہار لائے تھے
برق ٹوٹی ان آشیانوں پر
جو چمن میں بہار لائے تھے
ہم غم بے شمار لے کے چلے
ہم غم بے شمار لائے تھے
موت نکلی ہے زندگی کیسی
وہ جسے ہم پکار لائے تھے

ان کی تصویر ان کے دیوانے
اپنے دل میں اتار لائے تھے
اک تمنّا تمھاری محفل میں
ہونٹ تک بار بار لائے تھے
ہائے گلچیں ترے گلستاں میں
ہم تو شوقِ بہار لائے تھے
چاند ٹھہرا نہ سامنے منزل
وہ دلِ داغدار لائے تھے

—o—

جلووں میں پھنسیں جب جب گھبرائی ہوئی آنکھیں
لگتی تھیں محبت کی ترسائی ہوئی آنکھیں

اللہ رے بھونرے کا انداز ہوس کاری
ہر پھول کی جانب ہیں للچائی ہوئی آنکھیں

کجلائے ہوئے سپنے پلکوں سے الجھتے ہیں
سونے کو ترستی ہیں السائی ہوئی آنکھیں

محفل میں کسی کو وہ خاطر میں نہیں لاتیں
پھرتی ہیں ہر اک جانب اٹھلائی ہوئی آنکھیں

نفرت کی سلاخوں سے ہم ڈرتے نہیں لیکن
ایسے نہ نکلواؤ گھبرائی ہوئی آنکھیں

جب دورِ خزاں آیا نمدیدہ نظر آئیں
مہکے ہوئے گلشن سے اترائی ہوئی آنکھیں

یہ سامنے آتے ہی کیا ہونے لگا تم کو
گھبرائے ہوئے تیور شرمائی ہوئی آنکھیں

جیسے ہی مجھے اس نے گلزار میں دیکھا ہے
پھولوں میں چھپا لی ہیں شرمائی ہوئی آنکھیں

منزل ترے وعدے کا کچھ ایسے بھرم ٹوٹا
میں لیکے چلا آیا پچھتائی ہوئی آنکھیں

—٥—

جب تمنّا غمِ دل میں ڈھل جائے ہے
روشنی تیرگی میں بدل جائے ہے
تیرے چہرے پہ افسردگی دیکھ کر
کیا بتاؤں مرا دم نکل جائے ہے
آسکے تو بہار آئی ہے آنکھ بھی جب
دیکھتے دیکھتے رُت بدل جائے ہے
واقعی ہار جاتا ہے انسان دل
واقعی وقت کا داؤ چل جائے ہے
بن سنور کر خیالوں میں آجاتے ہو
یہ نہیں جانتے دل مچل جائے ہے

میں ہی کیا جل گیا گرمیِ عشق سے
آنچ وہ شے ہے لوہا پگھل جائے ہے
جب کرم تیری دنیا کے یاد آئیں ہیں
دل لرز جائے ہے دل دہل جائے ہے
ان دلوں ایسے مچلی ہے دل کی لگی
جیسے معصوم بچہ مچل جائے ہے
موت کی شام منزل ابھرتی ہے جب
زیست کا چڑھتا خورشید ڈھل جائے ہے

— o —

کرم کرو کہ بہت کچھ ستا لیا تم نے
ہر اک طرح سے مجھے آزما لیا تم نے
غمِ حیات کا شکوہ کروں تو ٹھیک نہیں
مگر یہ کیسے کہوں مجھ کو کھا لیا تم نے
مری زباں کے عوض مُنہ کھلا ہے دنیا کا
مرا ضمیر تحمل کر کہیں کیا لیا تم نے
مری حیات سے لپٹی ہوئی ہے رسوائی
یہ کیا کیا مرا آنسو اُٹھا لیا تم نے
غمِ طلب کے شراروں پہ مہرباں ہو کر
غضب کیا ہے کہ دامن جلا لیا تم نے

مرے مزاج کے سانچے میں ڈھل کے آئے ہو
مرا خیال کہاں سے چرا لیا تم نے
غم حیات کی دولت مجھے عطا کر دی
غم حیات سے خود کو بچا لیا تم نے
تمھارے لطف و کرم میں یہ بات شامل تھی
گرا کوئی تو یقیناً اٹھا لیا تم نے
سیاہ ہو گئی دنیائے آرزو منزل
یہ مہوشوں سے بھلا آسرا لیا تم نے

—o—

عمر وہ ہے جو بسر نالۂ شبگیر میں ہو
مگر اے دوست! وہ ہوتا ہے جو تقدیر میں ہو
کاش وہ حسنِ شہادت مری تقدیر میں ہو
پار اتر جائے جگر کے وہ ادا تیر میں ہو
جب تڑپنا کسی مجروح کی تقدیر میں ہو
فیصلہ کس لئے پھر ایک ہی شمشیر میں ہو
مدتیں بیت گئیں کنجِ قفس میں ہم کو
فصلِ گل اس کو ڈرا جو تری جاگیر میں ہو
کل نہ تم اور نہ زنجیر ارے دیوانو
آج یہ شکر بجا لاؤ کہ زنجیر میں ہو

ایک پتھّر کے لئے سیکڑوں پتھّر سہنا
یا خدا یہ نہ تماشا کسی تقدیر میں ہو
والہانہ کبھی آجاؤ تصوّر میں مرے
جس طرح نور جہاں شوقِ جہانگیر میں ہو
کوئی تخریب کا پہلو نہیں چھوڑا تم نے
اے مرے اہلِ چمن کیوں غمِ تعمیر میں ہو
دل میں کتنی ہی کوئی جوت جگائے منزلؔ
روشنی کیسے ملے جو غزل میر میں ہو

—٥—

اُلفت کے کھیل نے مرا سب کچھ مٹا دیا
اللہ تو نے شوق دیا بھی تو کیا دیا

انگلی لگا کے ہونٹ سے یوں مسکرا دیا
جیسے شعاعِ مہر سے غنچہ کھلا دیا

اس نے جوابِ شوق بھی کیا بر ملا دیا
آندھی میں لا کے رکھ دیا جلتا ہوا دیا

سب کو تو بجلیوں کی شکایت رہی مگر
میں نے تو بجلیوں کو نشیمن بنا دیا

اس کو تباہ کر دیا دُنیا نے واقعی
جس کو تکلفات کا عادی بنا دیا

رنگین پیرہن وہ لچکدار سا بدن
انگڑائی ایسی لی کہ دھنک سا بنا دیا

جن پر تھا میں نثار دیا ہے انھوں نے کیا
رسماً مرے جنازے کو کاندھا لگا دیا

دل میں بسا لیا تھا جو طوفان آرزو
آرام زندگی سے اسی نے اُڑا ~~لیا~~ دیا

اب رو رہے ہو کس لیئے اے دوستو کہو
منزل کو خاک میں تو تمھیں نے ملا دیا

—٥—

جو گوارا نہ ہو وہ گوارا نہ کر
میرے دلِ بے وفا کو پکارا نہ کر
آشیاں بھی نہ ہو بال و پر بھی نہ ہوں
باغباں یوں مجھے بے سہارا نہ کر
جس کے دم سے ہے ساقی ترا میکدہ
ٹھوکریں اس کے ساغر کو مارا نہ کر
جی بھی پائیں نہیں مر بھی جائیں نہیں
ایسا حال اے غمِ دل ہمارا نہ کر
کہہ دیا زندگی اب نہیں چاہیئے
چارہ گر سن بھی لے کوئی چارہ نہ کر

ڈال کر میرے دامن میں دنیا کے غم
مجھ سے کہتا ہے دامن پسارا نہ کر
واقعی وقت کا داؤ چل جائے ہے
پھر بھی ہر وقت ہر داؤ ہارا نہ کر
ساحلوں پر تماشا تو ہوتا رہے
ناخدا کشتیاں پار اُتارا نہ کر
میں تو منزل یہی رائے دوں گا تجھے
آج کے دوستوں کا سہارا نہ کر

—٥—

تری یادیں دل کے ٹکڑے تو ہوں گے
مگر میرا دامن سجائے تو ہوں گے

زمانہ مجھے غم جو دیتا رہا ہے
وہ قصے کسی نے سنائے تو ہوں گے

سبھی سے خفا ہو یہ ممکن نہیں ہے
سبھی چار چھ دن کو اپنے تو ہوں گے

وہ بولے نہ ہوں میری بربادیوں پر
مگر زیرِ لب مسکرائے تو ہوں گے

بُرے یا بھلے چاہے جیسے تھے ہم بھی
کبھی آپ کو یاد آتے تو ہوں گے

یہی لوگ ہنستے ہیں جو آج مجھ پر
انھوں نے کبھی آنسو بہائے تو ہوں گے

یہ شبنم رہے گی یہ گلشن رہے گا
ہمیں تو نہ ہوں گے سویرے تو ہوں گے

گلستاں گلستاں ہے جنّت نہیں ہے
یہاں پھول کے ساتھ کانٹے تو ہوں گے

جہاں سوزِ غم ہو طراوت کہاں کی
بہ منزل کے لب ہیں یہ سوکھے تو ہوں گے

—٥—

مرنا ترے کوچے میں جینا ترے کوچے میں
عشاق کو ایسا بھی تحفا کیا ترے کوچے میں

ترسی ہوئی آنکھوں سے دیکھونگا کہاں تک
رہ رہ کے خیالوں کا جانا ترے کوچے میں

اس روز قیامت کے آثار عیاں ہوں گے
جس روز مرا لاشہ اٹھا ترے کوچے میں

پامال ہی کر دیتا یہ دردِ جگر مجھ کو
بس وصول کی صورت ہی پھرتا ترے کوچے میں

ٹوٹا ہوا شیشہ ہے پیر دل میں نہ چبھ جائے
دل میرا کہاں ہوگا ہوگا ترے کوچے میں

تو شاد رہے لیکن اکثر مری وحشت کا
لہرایا کرے گا اک سایا ترے کوچے میں
وہ جانے کشش کیا تھی وہ جانے سبب کیا تھا
جو آیا گیا دو دن ۔ لوٹا ترے کوچے میں
اک حشرِ تمنا ہے گلیوں میں تری برپا
چاہت کی تڑپتی ہے دنیا ترے کوچے میں
کیا کام بگڑتا تھا اس چرخِ ستمگر کا
کچھ روز جو منزل بھی رہتا ترے کوچے میں

—٥—

جب میرے جنازے پر سب پیکرِ ماتم ہوں
میری یہ تمنا ہے پلکیں نہ تری نم ہوں

یہ کہہ کے نوازا ہے اس نے مری جرأت کو
اس خاک کے پتلے کو غم ہائے دو عالم ہوں

دنیا کا رویہ ہے فطرت کا تقاضا ہے
پھولوں کے کھلے چہرے آلودۂ شبنم ہوں

جانے یہ غضب کیا ہے پھر اس کا سبب کیا ہے
ان ہی کو نہ موت آئے جینے سے جو برہم ہوں

میرے ہی نصیبے میں الجھن ہو زمانے کی
میرے ہی مقدر میں زلفوں کے تری خم ہوں

ہم نے ہی دیا تم کو اندازِ خود آرائی
انصاف یہی ہوگا مرہونِ ستم ہم ہوں

انداز وفاداری بھولے نہ کبھی بھولیں
اس دورِ جفا خو میں کتنے ہی ہمیں غم ہوں

اس درجہ کرم ہوگا سوچا بھی نہ تھا میں نے
وہ غم مجھے دیدو گے جو غم نہ کبھی کم ہوں

پر اُن سے کوئی پوچھے غم اتنے اٹھالیں گے
جو لوگ یہ کہتے ہیں منزل کی جگہ ہم ہوں

۔۵۔

ہر اندھیرے کو بہت دور لیئے جاتا ہوں
جگمگائیں تری محفل کے "دیئے" جاتا ہوں

کچھ بتا بھی تو سہی مجھ سے گریزاں کیوں ہے
زندگی! میں تجھے آواز دیئے جاتا ہوں

پنجۂ جوشِ جنوں چاک کیئے جاتا ہے
کیوں یہ میں اپنے گریباں کو سیئے جاتا ہوں

لا مثال اب مری دیوانہ وشی کی ساقی
زہر کے گھونٹ بھی ہنس ہنس کے پیئے جاتا ہوں

درس دے کر ترے انسانوں کو یک جہتی کا
تیری دنیا میں بڑا کام کیئے جاتا ہوں

مرے شکووں سے پریشان رہا کرتا تھا؟
آج دنیا سے تری ہونٹ سیئے جاتا ہوں
درد یا پھول ہے کچھ اس کا مجھے ہوش نہیں
میرا ساقی جو پلاتا ہے پیئے جاتا ہوں
جب سے اے دوست! مجھے تجھ سے محبت نہ رہی
میں سمجھتا ہوں کہ جس طور جئے جاتا ہوں
سامنے آکے وہ انجان بنے ہیں مجھ سے
ہائے منزل پہ بڑا درد لئے جاتا ہوں

—o—

خبے نخوت میں آنے کی کوشش نہ کر
اور بے مسکرانے کی کوشش نہ کر
میں تجھے آزمانا نہیں چاہتا
تو مجھے آزمانے کی کوشش نہ کر
عیش و آرام میں آگ لگ جائے گی
دوسروں کو ستانے کی کوشش نہ کر
تجھ پہ گزرے ہیں جو حادثے میرے دل
دوسروں کو سنانے کی کوشش نہ کر
مجھ سے نفرت جتا کر مرے مہرباں
آگ دل میں لگانے کی کوشش نہ کر

اے غمِ زندگی دور جاتا ہوں میں
تو مرے پاس آنے کی کوشش نہ کر

میرے دل آج پیرِ مغاں ہے خفا
آج پینے پلانے کی کوشش نہ کر

مجھ پہ دنیا کا غم ہے یہی کم نہیں
اور مجھ کو ستانے کی کوشش نہ کر

منزلؔ زار کوشش ہی بے سود ہے
ان کے دل میں سمانے کی کوشش نہ کر

—٥—

# BAHAR-E-GHAZAL

**Published by:-**

Firdos Kaynat

Jahan-E-Adab

Pani Aur Piyas

Aaina-E-Ghazal

Shahar-E-Nigaran

Rashtriya Jhankar

*Manzil Lohatheri*

MANZIL DAR-UL-ADAB LOHATHER
P. O Ramzanpur, Distt. Budaun (U. P.)

Only Cover Printed at Parwana Printing Press, Budaun.